باتیں اللہ والوں کی
تنہا نظامی

اِنتساب

☆ اپنے والد محترم سید محمد امین بخاری کے نام
—— جنہوں نے مجھے پدرانہ شفقتوں کے علاوہ دوستی کی چھاؤں سے بھی نوازا۔

☆ ماموں جان الحاج سید محمد یوسف ندیم بخاری کے نام
—— جو اِس ادب میں میرے اوّلین معاون و مددگار ہیں۔

☆ ڈیڈی ڈاکٹر تحریم بخاری کے نام
—— جنکی محبت و معاونت سے میری یہ تصنیف مجھ تک آپ کے ہاتھوں تک پہنچی

☆ اپنے بیٹے تقی بخاری کے نام
—— جو میرے اسلاف کے علمی و ادبی ترکہ کا آئندہ امین ہے
—— میرے حال کا ترجمان و مستقبل ہے۔

حدیث

حضرت علی علیہ صلوٰۃ والسلام

مولائے کائنات، سلطان الاصفیا، امیر المومنین
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ فرماتے ہیں

ذِکْرُ الْاَوْلِیَآءِ عِبَادَۃٌ

ترجمہ

جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے متعلق گفتگو کرتا ہے
تو پروردگار عالمین اپنے بندے کے اس فعل کو عبادات الٰہی
کے برابر اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔

فہرست ابواب

پیش لفظ

شناخت ہر ایک فرد، فرقہ اور قوم کیلئے ضروری ہے۔ اس وقت بھی دنیا میں متعدد ایسی قومیں ہیں جو کہ اپنی شناخت کے لئے نہ صرف سیاسی جنگ میں مصروف ہیں۔ بلکہ کئی جگہ مسلح جدوجہد میں لاکھوں افراد اس کی نذر ہو کر رہ گئے۔ جب تک کسی قوم و فرد کو اپنی شناخت کا احساس نہ ہو تب تک اس دنیا میں باعزت طریقے سے زندگی گزارنے کے مقصد پر سوالیہ نشان لگتا ہے۔ دین اسلام میں بھی افراد کی شناخت پر زور دیا گیا ہے اور حتیٰ کہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یا ایہا النّاس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ط ان اللہ علیم خبیر ○

(اے لوگو تحقیق ہم نے پیدا کیا ہے تم کو ایک مرد سے اور عورت سے اور کیا ہے تم کو کنبے اور

فرمایا ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو کنبوں اور قبائل میں اس لئے بانٹا تاکہ آپ کی شناخت ہو سکے۔ بہر کیف اس ساری صورت حال کا احاطہ کرتے ہوئے میرا یہی خیال ہے کہ سادات کرام کی شناخت کو صحیح کرنے جو کوششیں جاری ہیں ان کا تذکرہ کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس پس منظر میں میرے عزیز قیوم القادری صاحب نے کشمیر کے ایک معروف ولی کامل حضرت سید حاجی محمد مراد بخاری کی سوانح حیات مرتب کرنے کا مستحسن کام ہاتھ میں لیا ہے۔ حضرت مراد صاحب کریری میں آسودہ ہیں۔ کریری کا قصبہ ہمیشہ سے ہی مردم خیز رہا ہے کے ساتھ ساتھ علم و ادب اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں معرفت کے آبشار اُبلتے رہے ہیں۔ یہ سوانح حیات ترتیب دینے میں اگرچہ مؤلف نے متعدد تاریخی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ لیکن ان کے تجسس نے ذہن نے مسلسل تجسس اور تحقیق کرنے میں محنت شاقہ سے کام لیا ہے۔ اور ولیٔ موصوف کے تصوف، عبادات حیات مستعار کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت ولیٔ موصوف کے بعد کے خاندان سادات کے سلسلے کو منظر عام پر لانے کا ایک قابل قدر کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ خاندان سادات کے بارے میں کئی تصانیف پہلے ہی منظر عام پر آ چکی ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ان تمام "نقلی سادات" کو بے نقاب کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ جو کہ اپنے نسب کا غلط انتساب کرکے گناہ عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں معروف مفسرین کی رائے یہ ہے۔

"اَنَّ النَّسَبَ اِعْتِبَارًا شَرْعًا وَعُرْفًا حَتَّى لَا يَجُوزُ تَزْوِيجُ الشَّرِيفَةِ بِالنَّبَطِيِّ"
(یعنی نسب کا ضرور اعتبار ہے اور یہ بالکل معتبر ہے۔ شرع کے لحاظ سے بھی اور عرف یعنی سماجی رواج کے لحاظ سے بھی یہاں تک ایک شریف عورت کا نکاح نبطی کے ساتھ

لیے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ تحقیق بہت بڑا شریف تمہارا نزدیک اللہ کے پرہیزگار تمہارا ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔ (الحجرات۔ ۱۳)

جہاں تک ریاست جموں و کشمیر کا تعلق ہے اس میں بھی لوگوں کی فرقوں اور کنبوں کی حیثیت سے الگ الگ شناخت ہے۔ لیکن آٹھویں صدی ہجری میں اسلام کی آمد کے بعد کشمیر کی گلپوش وادی کا نقشہ ہی بدل کر رہ گیا۔ اور اسلام پھیلانے والے اشخاص کی اکثریت کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ یہاں وارد ہونے کے بعد ان سادات کرام نے دین متین پھیلانے کا مشن پایہ تکمیل کو پہنچانے کے غرض سے یہاں ہی قیام فرمایا۔ نتیجہ یہ ہے کہ کشمیر کے اطراف و اکناف حتیٰ کہ ہر ایک گاؤں میں ایسے بزرگوں اور اولیاء اللہ کی زیارت گاہیں مرجع خاص و عام ہیں۔ کچھ مفاد خصوصی رکھنے والے افراد نے اولیاء کرام کے ان خاندانوں کے خلاف ایک قسم کا معاندانہ زہریلا پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے۔ یہ لوگ ایک طرف سے اپنے دلوں میں سادات کے لئے شدید حسد رکھتے ہیں دوسری جانب سے اپنے آپ کو سادات کے زمرہ میں شامل ہونے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ بہت سارے ایسے افراد کی نشاندہی ہوئی ہے جو کہ اپنی ذات بدل کر اپنے نام کے آگے لفظ "سید" کا استعمال کرتے یا آخر میں اپنے ناموں کے ساتھ ایسے خاندانوں کے نام جوڑنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ جن کا تعلق کہیں نہ کہیں کشمیر میں اسلام کی آمد کے ساتھ ہے یا جنہیں کافی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ رجحان اب وبائی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اگرچہ میں اس بات کا قائل ہوں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر اس شخص کو الگ الگ مقاصد سے پیدا کیا ہے اور انسان کو اشرف المخلوقات کا شرف بخشنے میں کسی امتیاز سے کام نہیں لیا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بذات خود

جائز نہیں۔)

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ تنہا صاحب آئندہ بھی تحقیقی عمل جاری رکھیں۔

دعا گو، طالب دعا

پروفیسر میر سید رفیع الدین بخاری گریروی مدظلہ

ٹرسٹی ایڈوائزر شعبۂ تعلیم

آل جموں و کشمیر مسلم اوقاف ٹرسٹ سرینگر

گفتنی

ارض کشمیر میں نور اسلام کی آمد اور پھر اس دین مبین کی اشاعت کے سلسلے میں اگرچہ اب تک بہت ساری کتابیں مرتب ہو چکی ہیں۔ لیکن پھر بھی بہت سارے گوشے ایسے ہیں کہ جن کی طرف یا تو مورخوں کی نظریں پہنچی نہیں یا پھر ذاتی مصلحتوں کی زد میں آ کر عام قارئین کی آنکھوں سے اوجھل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے بہت سارے قلمکار اس کمی کو محسوس کرتے ہیں۔ اور چند ایک اصحاب اس سلسلے میں کام بھی کر رہے ہیں۔ اس طرح کشمیر میں اسلامی تحریک کے تاریخی اوراق آہستہ آہستہ منظر عام پر آنے لگے ہیں۔

اس وادی سبزہ و گل میں اگرچہ انوار اسلام کی شعائیں حضرت عبدالرحمان سید شرف الدین بلالؒ کہ جنہیں عرف عام میں بلبل شاہ کے نام سے جانا جاتا ہے (کیونکہ کشمیر میں دین اسلام کے فروغ و اشاعت کا سلسلہ انہیں سے شروع ہوتا ہے۔) آپ

اس سوانح حیات کے مرتب کرنے کے لئے اور بھی بہت سارے محرکات ہیں۔ جیسا کہ ہم عرض کر چکے کہ کشمیر میں تحریک اشاعت اسلام کے تاریخی حقائق سے پردہ اٹھانے کی مقدور بھر کوشش کرنا۔ خاندان سادات بخاریہ کا عموماً اور حضرت شیخ سید محمد مراد بخاریؒ کا اشاعت دین میں خصوصاً رول اور مقام کی نشاندہی۔ دوسری جانب اپنے آباؤ اجداد کی اس ضمن میں اس عدم توجہی یا لاپرواہی کا ازالہ بھی ہمیں مطلوب ہے۔ جسکی وجہ سے جناب قاضی کشمیر حضرت شیخ سید کی ایک مفصل و مدلل سوانح حیات ساڑھے پانچ سو سال تک مرتب نہ ہوسکی۔ اس طرح اس خاندان عالی اور سلسلہ سہروردیہ کے پیروکاروں کو جناب سید پاک کے حالات زندگی سے بھرپور واقفیت دلانا مقصود ہے۔

اس سید والا حشم شیخ طریقت کے ماننے والے معتقدین کے لئے یہ مسرت کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ توفیق سے ہم پہلی بار آپ کے لئے ایک مستند و مفصل سوانح حیات قلمبند کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اگرچہ آج سے پونے دو سو سال قبل قدسی کشمیری نے فارسی میں ایک منظوم سوانح حیات جو تحفہ مراد کے عنوان سے ۱۲۳۰ھ میں لاہور میں چھاپ ہوئی ہے لیکن یہ کتاب اول تو تقریباً نایاب ہوچکی ہے اور اگر کہیں چند نسخے دستیاب بھی ہیں ایک تو یہ انتہائی دقیق زبان میں تحریر ہے اور دوسرا یہ کہ یہ حضرت شیخ سید کی مفصل سوانح حیات نہ ہونے کی وجہ سے آپؒ کے معتقدوں نیز تاریخ کے طالبعلموں کے لئے سیرابی کے بجائے تشنگی کا باعث ہے۔

ہمارے خاندان کے ایک معروف بزرگ مرحوم گوہر بخاری صاحب نے اگرچہ "تحفہ مراد" کا کشمیری میں منظوم ترجمہ کر کے شائع کرایا۔ مگر تحفہ مراد میں جو غلط واقعات اور کچھ قابل اعتراض بیان موجود ہیں، وہ غیر شعوری طور کشمیری ترجمہ میں بھی من و عن شامل ہوا ہے۔

گو کہ ہماری اس تصنیف کردہ کتاب کا بنیادی ماخذ بھی تحفہ مراد ہی رہا ہے۔ لیکن اس خیال کے زیر اثر کہ جس تحریر میں تحقیق کاوشوں کا عمل نہیں وہ تحریر ہی کیا ہوئی۔ روایات کی صحت اور واقعات کی جانچ کے لئے جہاں "تحفہ مراد" ناکافی ہونے کی صورت میں دیگر بہت سارے تاریخی کتب و دیگر تالیفات کا سہارا لینا پڑا وہیں زیر نظر کتاب میں یہاں (مراد آباد کریری) آمد پر سینہ بہ سینہ چلنے والے بہت سارے واقعات مستند روایات اور دوسرے حقائق کا بھی منظر عام پر لانے کے بعد پیش کئے گئے۔ ان تمام کاوشوں جنکی نشاندہی ہم یہاں پر الگ سے نہیں کرنا چاہیں گے کے باوجود اگر کہیں پر اس تحقیق میں کوئی کمی رہ گئی ہو تو ہم اپنے قارئین سے درخواست گزار ہیں کہ ان باتوں کی طرف دھیان دلائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی تلافی ہوسکے۔ مجھے امید ہے کہ میری اگلی تحریروں کی طرح میری یہ کاوش بھی میرے پڑھنے والوں کے لئے خوش کن ثابت ہوگی۔ یہیں پر میں اپنے ان کرم فرماؤں کا شکریہ بھی کرنا چاہوں گا۔ جنہوں نے "حرف معتبر" کے پڑھنے کے بعد میری بھرپور سراہنا کی ہے۔ وہ زبانی اور تحریری عنایت نامے میری حوصلہ افزائیاں ہیں۔۔۔۔ عزت افزائیاں تھیں۔

آخر پر میں اپنے برادر محترم پروفیسر سید رفیع الدین احمد بخاری صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، جنہوں نے اس کتاب کے لئے پیش لفظ تحریر کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

تنہا نظامی

صلی وسلم یا الٰہی بر دو دل مصطفیٰ
ھم بآل طیبین و صحب و مع تابعین

سوانح حیات

حضرت شیخ سید حاجی محمد مراد بخاری

الملقب

قاضی کشمیرؒ

باسمہ عز و جل

یک زمانہ صحبت با اولیاء

"جس نے صحبت سے آزادی کی تحریر لکھوا دی ——

جو زمانے کا عالم تھا ——

اور جو وجود و عدم سے بے باک ہے ——

جنکے فیض سے کرامات کے چشمے پھوٹ پڑے ——

—— وہ سید حاجی محمد مراد بخاری ہیں"

یہ ترجمہ ہے اس فارسی منقبت میں سے ایک شعر کا جو حضرت بابا شیخ داؤد مشکواتی نے اپنی منظوم کتاب "اسرار الابرار" میں قطب الاقطاب حضرت شیخ سید حاجی محمد مراد بخاری کشمیری کی مدح میں بیان فرمائی ہے۔

ہم آپ کو اسی سید والا حشم کی سوانح حیات سے متعارف کرا رہے ہیں۔

باسمہٖ عزّ وجلّ

شجرہ مبارک حضرت شیخ سید حاجی محمد مُراد بخاری کشمیریؒ

جناب حضور پُرنور سید یوم النشور احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

شجرہ انساب حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا

مرشد جن وانس سلطان الاصفیاء علی المرتضیٰ

۱۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام

۲۔ جناب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

۳۔ جناب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

۴۔ جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

۵۔ جناب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

۶۔ جناب حضرت امام علی رضا علیہ السلام

۷۔ جناب حضرت امام ابو جعفر محمد تقی علیہ السلام

۸۔ جناب حضرت امام علی نقی علیہ السلام

۹۔ جناب حضرت سید جعفر تواب قدس اللہ سرہٗ

۱۰۔ جناب حضرت سید علی اصغرؒ

۱۱۔ جناب حضرت سید عبداللہؒ

۱۲۔ جناب حضرت سید احمدؒ

خاندان جلالی کا ورود کشمیر

معلوم نہیں اس روایت میں کہاں تک سچائی ہے۔ لیکن روایت عام ہے اور عام طور سے حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوب ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جناب صدیقہ نے دعا فرمائی ہے: "الٰہی سادات کی رزق تنگ کر دے تاکہ یہ لوگ دنیا کے کونے کونے میں جا کر لوگوں کو تعلیم اسلام سے بہرہ ور کر کے دین متین کی اشاعت کرتے رہیں۔"

اور اسی دعا کی قبولیت کی وجہ سے شاید ہمارے بزرگان دین مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب تک پھرتے رہے۔ مختلف بہانے بنے اور یہ حضرات اپنے گھروں سے نکل پڑے۔ کوئی صاحب تحقیق دین، کوئی حصول علم، کوئی جوش رہبر اور کوئی بد اخلاق دشمن اہل دین سے تنگ آ کر گھر بار چھوڑ کر اپنے شہر سے ہجرت کرتا رہا۔ ان بزرگوں نے دیار غیر میں جا کر عارضی یا مستقل سکونت اختیار کی اور اسلام کی شعاعیں کھینچ لائیں۔

کفر و شرک کے کہرے میں گم دنیا منور ہوتی رہی۔

سنہ [illegible]ھ کے قریب عالم عرب میں قرب الٰہی کا ذریعہ سلوک و تصوف کی ایک بھرپور تحریک چلی۔ چونکہ سلوک و تصوف کے منبع اور شاہ ولایت حضرت علی مرتضیٰ ہیں۔ اور عرفان ذات و قرب الٰہی کے اس طریقہ کار کو حضور سرور کونینؐ نے بذات خود پہلے اہل نور والے غار اور پھر اہل خلد کی نورانی چہروں والی جماعت سے شروع فرمایا۔ اسلئے اس تحریک میں اصحاب اہل سادات اکثر تعداد میں شامل ہوئے۔ اور جب یہ تحریک دنیائے عرب سے ترکی، مصر، شام اور عراق تک پہنچی۔ یہاں سے ہی ایران اور وسط ایشیا کے اکثر علاقے اس تحریک کے دائرہ میں آ گئے۔ وسط ایشیا میں یہ تحریک خوب پھولی اور پھلی۔ یہیں پر سادات کرام آ آ کر رہنے لگے۔ یہ خطہ علاقہ تھا سرسبز و شاداب میدان، کھلکھلاتی ہوئی نہریں اور جھرنے تمام قدرتی نظاروں سے مالا مال۔ جیسے کہ یہ خطہ ارض اللہ تعالیٰ نے فرشتوں والے لمحات میں بزم تخلیق کے لئے سجایا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان اصحاب اہل صفا نے یہاں ہر طرح سے مطمئن ہو کر دین متین کی آبیاری شروع کی۔

جہاں یہ حضرات عرفان ذات کے لئے فکر و ذکر میں محو ہوئے وہاں تجدید دین کے لئے اجتہاد بھی کرتے رہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جب ضرورت پڑی تو پرچم اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد فی سبیل اللہ میں سربکف بھی ہوتے رہے۔ اور اسطرح اس پر ہیبت دینی تحریک کا دائرہ صدیوں تک پھیلتا گیا۔

اللہ والوں کی یہ جماعت کفر و شرک کے خلاف برائے دین و آئین ہر سر پیکار رہی۔ ان مجاہدین حق میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ، حضرت امام شامل اور دیگر بہت سارے

جب حضرت میر محمد ہمدانیؒ بارہمولہ میں تشریف فرما تھے۔"

ملا بہاؤ الدین متو بھی اپنی تالیف رشی نامہ میں اسی حقیقت کا بیان فرماتے ہیں ۔

سمت ہیرو یافت زیبائے ‏ ‏ ‏ ‏ از دم سید بخارائے
یعنی آں آفتاب برج یقین ‏ ‏ ‏ ‏ سید والا علاؤ الدین
شد ولے چہار اختر نور ‏ ‏ ‏ ‏ ماندہ در قریہ سکندر پور

ثابت ہو جاتا ہے کہ قطب الاقطاب حضرت شیخ سیدؒ اپنے طور سے ایک الگ قافلہ اہل دل مشائخ کے ہمراہ [illegible] کشمیر میں تشریف آور ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ علاؤ الدین بخاریؒ ایک سال تک کشمیر کے مختلف اطراف میں دیہات و قصبہ جات کا دورہ فرمانے کے بعد ۷۹۶ھ تحصیل بیروہ (بڈگام) کے موضع اسکندر پورہ واپس آکر مستقلاً قیام پذیر ہوئے۔ آپؒ نے یہاں باقاعدہ طور احیاء دین کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کر کے درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ اس کی تعمیر میں آپ کے چاروں فرزندان ارجمند برابر کے شریک رہے۔ اور اسطرح راہ حق کے طلب گار چاروں طرف سے یہاں آکر حضرت شیخؒ سے فیضان حاصل کرتے رہے۔ یہاں پر رشد و ہدایات کے چشمے پھوٹتے رہے جس سے کشمیر کا مغرب و جنوب کا پورا علاقہ خاص طور فیضیاب ہوتا رہا اور روحانیت کے اس ابر بہار سے سرسبز و شاداب ہو گیا اور اسکے بعد کشمیر میں ہر طرف کے دور دراز علاقوں سے راہ سلوک کے متلاشی یہاں آکر جام وحدت سے مخمور ہوتے رہے۔

حضرت سید علاؤ الدینؒ ایک بہت بڑے عالم دین، مفسر، محدث اور علم شہود میں شیخ طریقت تھے۔ آپ کی عظمت بزرگی و پرہیزگاری کا شہرہ پورے کشمیر میں ہوا تھا۔ اور

سلطان قطب الدین کی وفات پر جب ۷۹۶ھ میں سلطان سکندر بت شکن نے تخت نشین ہو کر امور سلطنت سنبھالا تو اس نے پورے کشمیر میں ترویج اسلام کے لئے تن من دھن سے کام کیا اس طرح سے کچھ اسلام کی (سخت گیریوں اور تنگ نظری سے عاری) تعلیمات سے متاثر ہو کر اور بعض لوگ شاہی مذہب ہونے کی وجہ سے ہزاروں ہندؤں نے اس دور میں اسلام قبول کیا۔ یاد رہے کہ تعلیم اسلام کا یہ [illegible] سادات کرام کی خانقاہوں سے ہوا ہے۔ نومسلموں نے اپنی پرانی عبادت گاہیں منہدم کر کے مسجدیں تعمیر کیں۔ اس میں کسی شاہی فرمان اور زور و زبردستی کا کوئی عمل دخل نہیں رہا۔ اس بیان میں بھی دو رائیں نہیں کہ بادشاہ اپنے دینی عقیدہ اسلام کا زبردست متوالا تھا۔ اور اسی بات کا بتنگڑ بنا کر کچھ مورخین نے افسانے تراش کر سکندر کو بت شکن بنا ڈالا۔ اور [illegible] تاریخ میں اس بات کا حقیقت کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں۔

وہ سادات کرام جو حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کی ہمراہی اور آپ کے بعد وارد کشمیر ہوئے اُن میں سب سے زیادہ نمایاں ذات بابرکات جناب حضرت سید علاؤ الدین بخاریؒ کی ہے۔ چنانچہ سلطان سکندر بت شکن بارہا حضرت سیدؒ کے پاس سکندر پورہ بیروہ عقیدت مندانہ حاضر ہوا اور آپ کا طالب دعا رہا۔ [1]

چونکہ بادشاہ کو آپ کی خانقاہ میں [illegible] روحانی آسودگی میسر ہوا کرتی تھی۔ لیکن امور سلطنت کا بوجھ آڑے آیا کرتا تھا۔ اس لئے ایک دن حضرت سیدؒ سے شہر میں مستقل قیام فرمانے کی استدعا کی۔ لیکن آپؒ نے انکار فرمایا۔

[1] ملاحظہ ہو تاریخ حسن صفحہ نمبر ۲۵

ولادتِ حضرت سیّد حاجی محمد مُراد بخاریؒ

حضرت سیّد حاجی محمد مراد بخاریؒ ۹۹۵ھ میں موضع اسکندر پورہ میں تولد ہوئے تو سیّد فخر الدین بخاریؒ اس بچے کو اپنے والد بزرگوار جناب حضرت سیّد علاؤ الدین بخاریؒ کے پاس دُعا و تبرّک کے لئے لے گئے۔ آپ کی نظر جونہی بچے پر پڑی تو آپ نے تبسّم فرمایا۔ اپنے بیٹے حضرت فخر الدین بخاریؒ کو مخاطب کر کے فرمایا" میں آج رات زیارت حضرت سیّد المرسلین ﷺ سے مشرف ہوا ہوں۔ حضورؐ نے مجھے اس بچے کے بارے میں خوشخبری سنائی ہے کہ "یہ فرزند صاحب ولایت ہو گا۔" آپ ﷺ نے اس کے سر پر اپنا دست مبارک رکھا اور فرمایا" بادشاہ وشام اس کا تابعدار خلیفہ ہو گا۔" بچے کے بارے میں بہت ساری باتیں فرمائی" یہ بہت ہی عالی مرتبہ بزرگ ہو گا۔" آپ نے فرمایا کہ" اے میرے بیٹے تمہارے باغ میں ایک خوبصورت پھول کا کھلنا مبارک ہو۔" آپ نے اس بچے کے سر پر فضیلت کا تاج رکھا۔ اور قطب عالم کے خطاب عالی سے نوازا۔ حضرت میرؒ نے مزید فرمایا کہ اس بچے کے تولد ہونے سے آپ کی مرادیں بھر آئی ہیں۔ اور اس بچے کا نام "محمد مراد" تجویز

فرمایا" پھر دُعا فرما کر بچے کو لے جانے کے لئے کہا۔ حضرت سیّد بیٹے کو گود میں اٹھا کر انتہائی مسرور ہو کر گھر پہنچے تو بچے کو ماں کی گود میں رکھا اور اسے دودھ پلانے کو کہا۔

بچہ بہت رو رہا تھا۔ اور جیسا کہ ہر روتا ہوا بچہ ماں کی گود میں دودھ پلانے پر خاموش ہو جاتا ہے اس شیر خوار نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ رات دن روتا رہا۔ والد صاحب بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہوئے۔ تمام اہل خانہ بچے کی گریہ وزاری سے پریشان تھے۔ چنانچہ جب یہ خبر حضرت سیّد علاؤ الدین بخاریؒ کے پاس پہنچی تو آپ نے اپنے بیٹے کو تسلی و تشفی دی۔ اور فرمایا کہ بچے کے رونے پر ہرگز دل آزردہ نہ ہوں۔ کیونکہ اسے نہ کوئی تکلیف ہے اور نہ ہی کسی دیو پری کے زیر سایہ آ کر بیقراری میں رو رہا ہے۔" بات یوں ہے کہ اس معصوم کے دل میں آتش عشق الہٰی کی تپش پہنچی ہے اور اس کا حال ایسا رہے گا کبھی بالکل خاموش اور کبھی نالہ کناں ہو گا" بات صاف ہوئی کہ سیّد پاکؒ مادر زاد ولی تھے۔ آپؒ نے سیّد فخر الدین بخاریؒ) یہ نوید جانفزا سن کر شاداں و فرحاں والد صاحب سے رخصت لے کر واپس اپنے گھر پہنچ گئے۔ اس طرح تمام خاندان میں اس نوید مسرت خبر سے دوبارہ سکون میسر ہوا۔

جناب سیّد پاکؒ ابھی دودھ پیتے بچے ہی تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہؒ وفات پا گئیں۔ حضرت مرادؒ اور آپکے بڑے بھائی سیّد شاہ کبیر صاحبؒ کے سر سے ماں کا شفیق سایہ اٹھنے سے حضرت میرؒ (آپ کے والد) کا دل نہایت ازحد غمگین ہوا۔ لیکن آپ نے کمسن سیّد زادوں پر اس اندوہ عظیم کی چھایا تک پڑنے نہ دی۔ اور انتہائی شفقتوں کے ساتھ بچوں کی پرورش کرنے لگے۔ لیکن قدرت کے کام ذہن انسان کے لئے عجیب ہوا کرتے ہیں۔ حضرت میرؒ ۱۰۰۳ھ میں جبکہ آپ کی عمر شریف ابھی صرف چالیس

کے ضمن میں آپ مِل من عزیہ کی راہ پر گامزن رہے۔ جسکا ذکر ہم اگلے اوراق میں کرنے جارہے ہیں۔

حضرت سید پاکؒ اپنے چچا کی مفارقت کی وجہ سے جب بے انتہا ہو گئے تو آپ انتہائی دل ملول رہنے لگے۔ اپنے چاروں طرف نظریں دوڑاتے تو سوائے اللہ کے کوئی یار نہ غمخوار نظر آتا۔ کاندھا سے ایک منزل ہے شام کی طرف رخت سفر باندھا۔ بغیر کچھ کھائے پئے بغیر کسی لباس خاص کے ذکرِ ہو میں غرق دشت وجبل طے کرتے گئے۔ آپ کی یہ دشت نوردی تمام جنوبی کشمیر علاقہ بڈگام سے لیکر ضلع اسلام آباد کے تقریباً تمام دیہات جن میں لارو، ماگو، سموور، اوزر، وڑہ سو، ساسن وغیرہ دیہات بھی آتے ہیں۔ اور آخر کار پوش مقام نامی ایک سرسبز وشاداب اور قدرتی نظاروں والے جنگیر گاؤں میں پہنچے۔ یہاں آپ کا دل کچھ اطمینان سا پانے لگا۔ تو آپ یہیں ڈیرہ جما کر یاد الٰہی میں مشغول ہوئے۔ اسی دوران ایک شب کو آپ آفتاب عالمتاب حضرت سرور کونینؐ کی زیارت سے فیضیاب ہوئے۔ حضور پُرنورؐ نے آپ سے فرمایا کہ مرشد کامل کو تلاشنے کے بعد اس کا دامن تھام لے۔ جب بیدار ہوئے تو آپکا چہرہ پھول کی طرح کھلا اور شبنم سے دھلا ہوا تھا۔ اس شاداب دلپسند مقام کو چھوڑ کر عزم سفر کیا۔ تمام کشمیر قریہ قریہ پھرے۔ لیکن جب حسب ارشاد کوئی مرد کامل نہ ملا تو دل ٹوٹ سا گیا اور پر کٹے طائر خلائی کی مانند لاچار ہو گئے۔ لیکن سفر جاری تھا اور دو ہی کام تھے ایک ذکر الٰہی دوسرا تلاش رہبر کی فکر اور غم۔

اور جیسا کہ اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ غم وپریشانی کے عالم میں ہر فرد کو اپنے اپنے ہمدرد وغمگسار یاد آجاتے ہیں۔ جناب سیدؒ کو بھی اپنے والدین، چچا اور برادر یاد آگئے۔ شہر سرینگر کا رخ کیا۔ تاکہ اپنے دادا حضرت سید علاؤالدین بخاریؒ کے آستان

عالیہ پر حاضر ہو جائیں۔ یہاں پہنچ کر آپ خوب روئے دل سے غم اور فکر کا غبار چھٹنے لگا تو آپ اپنے بھائی حضرت سید احمد کبیر بخاریؒ کے پاس خانقاہ میں چلے گئے۔ جہاں آپ دنیا وما فیہا سے بےخبر عرفان ذات وذکر الٰہی میں محو ہو چکے تھے۔ مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سید پاک کی نظر اپنے بھائی جناب شاہ کبیر صاحبؒ پر پڑی تو ایک عرصہ دراز کے بعد ملے اور تمام خویش واقارب سے جدائی کا غم آپکی آنکھوں سے جوئبار بن کر رواں ہوا۔ کیونکہ دو بھائیوں کے علاوہ اس دیار غیر میں کوئی بھی ایسا شخص موجود تھا جو آپکا رشتہ دار نہ سہی ہم وطن ہی کہلائے۔ لہٰذا ایک دوسرے کو تسلی دیتے رہے اور منشاء ایزدی کے سامنے راضی برضا ہو گئے۔

حمد وثناء رب کریم بجا لایا۔ اس سے فراغت پانے کے بعد باہمی فیصلہ کیا کہ کل طلوع فجر کے بعد ارض رب کائنات کی سیاحت کے لئے روانہ ہو جائیں۔

سیر و سیاحت و تلاش رہبر کامل

حضرت سید بو علی اپنے برادر کے ساتھ اپنا بچپن اور اوائل شباب وادی کشمیر میں گزارنے کے بعد جب یہاں سے نکلنا شوق کرنے لگے تو آپ کی عمر اس وقت تیس (۳۰) سال کی تھی اور زمانہ تھا ۵۹۹ھ کا۔ سرینگر سے یہ دونوں بھائی جب نماز اور ذکر فکر سے فارغ ہوئے تو آپ روانہ ہو کر سب سے پہلے اسکندر پور اپنے والد حضرت سید فخر الدین کی درگاہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ یہاں پر درود و سلام اور دعا کے بعد آپ اپنے چاچا حضرت سید ضیاء الدین بخاری کے آستانہ واقع موضع کاندہامہ میں حاضری دی۔ اور یہی سے آپ نے پونچھ کے راستے سے پنجاب کا سفر اختیار کیا۔ بھوکے پیاسے اسم اعظم کا ورد کرتے ہوئے صبح و شام چلتے رہے یہاں تک کہ آپ پنجاب کی سرحد پر واقع ایک شہر میں داخل ہوئے۔ ایک مکان کرایہ پر لیا اور راز سفر کی تلاش ستانے لگی۔

بیان ہوا ہے کہ یہاں کے راجواڑے والا سلطان جو کہ ایک بہت بڑا دولت مند آدمی تھا۔ اسکی لڑکی ان دنوں بہت بیمار تھی۔ دعائیں، دوا دارو سب بیکار ہو چکے تھے۔

سلطان اُسکے مصاحب و رشتہ دار سب پریشانی میں مبتلا تھے کہ اچانک ایک آدمی نے دربار میں آکر اطلاع دی کہ شہر میں دو عالی مرتبہ اللہ والے بزرگ چند ایام سے سکونت پذیر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ ہماری شہزادی کو اپنی نظر کرم سے ٹھیک فرمائیں گے۔ سلطان کا یہ سننا تھا کہ یکدم اٹھ کر سادات کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور انہیں اپنے گھر لے آیا۔ ایک دعوت عام دی۔ رات گئے جب سب لوگ ان حضرات سے مل کر واپس اپنے گھروں کو چلے گئے۔ تو سلطان دست بستہ و اشکبار ہو کر عرض پرداز ہوا۔ میری بچی کسی مرض لاعلاج کی وجہ سے بستر مرگ پر ہے۔ دوا دارو سب کیا لیکن سب بیکار چلا گیا۔ میں امیدوار ہوں کہ آپ اس پر نظر کرم فرمائیں گے اور اسکے واسطے دعا فرمائیں گے تاکہ وہ دوبارہ صحت ہو جائے۔ حضرت سید محمد نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا۔ غمگین ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم آج رات کو خدائے رحمان سے دست بدعا ہو کر آپکی لڑکی کے واسطے شفا مانگیں گے۔ آپ خاطر جمعی کے ساتھ آرام کریں۔

بات ہے اللہ کی بندۂ مومن کی بات

جناب سید والا شانؒ دعا کرنے کی یہ باتیں فرما ہی رہے تھے کہ بچی کا مرض لاعلاج جاتا رہا۔

فرمان ایزدی ہے کہ "جب میرا بندہ فرائض ادا کرنے کے بعد میرا قرب حاصل کرتا ہے اور میری دوستی کا طالب ہوتا ہے تو میں اُسے اسی وقت اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ پھر اُسکے کان، آنکھیں، ہاتھ اور زبان بن جاتا ہوں، اُسکے دل میں داخل ہو جاتا ہوں۔ وہ میرے ہی حکم سے سنتا ہے۔ میری ہی مدد سے دیکھتا ہے۔ میری ہی زبان سے بولتا ہے۔ سب کچھ مجھ سے ہی سنتا ہے اور مجھ سے ہی طاقت حاصل کرتا ہے۔"

چنانچہ جب صبح ہوئی تو لڑکی بالکل صحت مند تھی وہ مانند صبح بہار ایسی ہشاش بشاش نظر آئی کہ جیسے کبھی بیمار نہ رہی ہو۔ سلطان یہ کرامت دیکھ کر آپ کے سامنے سراپا سپاس کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا حضور میں نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص میری بیٹی کو ٹھیک کر دیگا اسے اُسی کے عقد میں دوں گا۔ آپ اسے قبول فرما کر مجھ پر عنایت فرمائیں۔ جناب سید پاکؒ نے اس لڑکی کو اپنے بھائی حضرت شاہ کبیر صاحب کے لئے قبول کیا۔ اور آ[illegible] کا نکاح جناب شاہ صاحبؒ کے ساتھ پڑھا۔ اس عقد کے بعد آپ لوگ یہاں بہت عرصہ تک قیام پذیر رہے۔ اور جب بخارا کے لئے سامان سفر باندھا سلطان نے اپنی بیٹی کے ہمراہ بہت سارا مال و دولت اور غلام و کنیزیں بھی روانہ کیں۔

حضرت سیدؒ یہاں سے سیدھے اُچ شریف (ملتان) اپنے جد بزرگوار قطب الاقطاب سید الاصفیاء حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوئے۔ یہیں آپ چند دن اپنے اہل خاندان کے ساتھ گزار کر آگے سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ نے جا بجا چند ایام قیام کرتے ہوئے سفر جاری رکھا۔ اور شہر بلخ جو کہ بخارا کے نزدیک وسط ایشیا میں ہی واقع ہے کے سرحد پر پہنچے تو نہ معلوم کیسے یہاں کے حاکم کو ان سید زادوں کے قافلے کا پتہ چلا۔ وہ اپنے مصاحبین و معززین شہر کے ہمراہ آپکے استقبال کے لئے حاضر ہوا۔ اور انہیں اپنے ساتھ لیکر شہر کے نواح میں ایک قصبہ میں لے آیا۔ یہاں بادشاہ کی ملکیتی زمینوں کا ایک وسیع و عریض سلسلہ تھا جس میں کئی عالیشان مکانات موجود تھے۔ ایک وسیع و عریض حویلی آپ کی تحویل میں دے دی گئی۔ اسکے علاوہ آپ کے خورد و نوش اور خدمتگاروں کا شاہانہ انتظام کیا۔

رشتۂ ازدواج

روایت ہے کہ چند ایام گزرنے کے بعد ایک روز امیر شہر جناب سید پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ یہ خاکسار اپنی دختر بیٹی کو آپکی خدمت اقدس میں پیش کرنا چاہتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ لڑکی انتہائی خوبصورت و پاک طینت تھی اور خلق خصائل حمیدہ سے موصوف اس لڑکی کا نام "براءت" تھا۔ سلطان نے عرض کیا اگر وہ آپکی اہل خانہ بننے کے قابل نہ ہو پھر بھی آپ اسے کنیز کے طور قبول فرمائیں۔ حضرتؒ نے پہلے انکار کیا۔ کہ نکاح کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن امیر کی باتیں انتہائی موثر اور اخلاص مندانہ تھیں اسلئے آپ نے اس امیر زادی کو بحیثیت منکوحہ لانے کے لئے اقرار فرمایا۔ اسطرح آپؒ بلخ و بخارا اور غور میں اس سال تک مقیم رہے اس دوران آپؒ کے ہاں دو فرزند حضرت میر سید بخاری اور حضرت نور سید بخاری پیدا ہوئے۔

شہادت حضرت شاہ کبیر بخاریؒ

اب حضرت سید پاکؒ نے اپنے برادر حضرت شاہ کبیر صاحبؒ کے ساتھ مشہد شریف زیارت روضہ حضرت امام موسیٰ رضا کا ارادہ کیا۔ لیکن دشوار گزار راستوں اور کٹھن سفر کی وجہ سے فیصلہ کیا کہ اہل حرم کو قصبہ تور[1] میں ہی چھوڑ دیا جائے۔ آپ نے بارہ نوکر ساتھ لئے اسطرح سے چودہ نفوس پر مشتمل یہ قافلہ مشہد شریف کی طرف روانہ ہوا۔

جب آپ روضہ مبارک پر پہنچے تو دونوں سید زادے روضہ کے اندر جا کر خشوع و خضوع کے ساتھ کافی دیر تک سربسجود رہے حتیٰ کہ امامؒ نے حضرت سیدؒ کو بیعت پر سلسلہ بخاری میں پیر طریقت کی سند عطا فرمائی۔

روایت ہے کہ روضہ عالی کے مجاور وہاں ایک مدت سے تھے، اور نہ جانے کیوں

[1] تور شمالی افغانستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ (محمد اقبال)

ڈ کے دلوں میں سادات کے خلاف بغض و کینہ پیدا ہوا۔ جب آپؒ روضہ مبارک سے باہر آئے تو مجاوروں نے ان کے خلاف دشنام طرازی شروع کی۔ لیکن آپ حضرات اپنے جد بزرگوار ﷺ کی سنت پر قائم رہتے ہوئے غصہ پیتے رہے ان کی بداخلاقی کے بدلے اللہ سے انہیں ہدایت کرنے کی دعائیں دیں۔ یہی کچھ بازار طائف میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ ہوا، اور آپ ﷺ نے جواب دعائیں فرمائیں تھیں۔

آپؒ لوگوں نے شام ہوتے ہی یہاں سے بھاگ نکل کر بغداد شریف کا رخ کیا۔ رات گئے تک چلتے رہے اور ان بدخواہوں سے بہت دور نکل آئے۔ تھک کر ایک جگہ لب دریا پڑاؤ کیا۔ خورد و نوش کے بعد آرام فرمانے لگے کہ صرف کچھ وقت کے بعد حضرت شاہ کبیرؒ اٹھ بیٹھے، حضرت شاہ طراز کو بیدار کر کے گویا ہوئے "اے جان کبیر غور سے سُن لے کہ میں نے اپنے جد امجد سید الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جلد ہمارے پاس آجاؤ کہ ہم تمہارے منتظر ہیں۔"

میں سمجھتا ہوں کہ یہ وقت میری عمر کی آخری ساعتیں ہیں۔ اسلئے آپ سے کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اس پر تاقیامت عمل پیرا رہیں گے۔

"میرے چار فرزند ہیں کہ جن کے سر سے سایۂ پدری اٹھ رہا ہے۔ انہیں پدرانہ شفقتوں سے نوازتے رہنا کہ وہ اپنے کو بے یار و مددگار نہ سمجھیں۔ انہیں اچھی تربیت سے سرفراز کرنا کہ یہ میری دلی تمنا ہے۔ اسکے علاوہ ہمارے پردہ داروں کو جو کہ ہمارے محرم راز ہیں، پردہ داری قائم رکھنا تاکہ کوئی غیر محرم راز فاش نہ ہو جائے۔"

یہ باتیں سُن کر حضرت سید پاکؒ کا دل غمناک ہوا۔ اور اپنے برادر کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ آپ کی آنکھیں ذرا سرخ ہوئیں اور سینے سے ایک ہوک سی

اُٹھنے لگی۔ سادات کرام اسی حال میں تھے کہ آپ کے کانوں میں ایک زبردست شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ آپ نے دیکھا کہ نفسِ بین شوری ایک بڑی لشکر شمشیر و سنان لیکر آپ کی طرف دوڑے آ رہے ہیں۔ یہ سب دیکھ کر اس چھوٹے سے قافلے پر حیرانگی طاری ہوئی۔ حضرت سید شاہ کبیرؒ نے فرمایا کہ "یا اللہ یہی ہونا تھا، کیونکہ ہم سمجھ گئے اور یہ مقام کربلا ہے۔"

آپ یقین و اعتماد کے ساتھ اُٹھے اور شمشیر بکف ہوئے۔ مجہول مشہدیوں نے جنگی تعداد ایک ہزار سے زیادہ بتائی جاتی ہے اور سب کے سب جوان تھے حملہ کیا۔ سادات کی جمعیت صرف چودہ نفوس پر مشتمل تھی۔ چونکہ جنگ و جدل کے حق میں نہیں تھی لیکن جب اُن پر یہ جدال ٹھونسا گیا تو دفاعی کارروائی کے لئے مجبور ہوئے۔ معرکہ آرائی شروع ہوئی۔ دشمنانِ دین کے دو سو آدمی واصلِ جہنم ہوئے۔ جبکہ قافلہ سادات میں سے دس خدام اور حضرت شاہ کبیر صاحبؒ شہید ہوئے۔ حضرت سید فرزاد بخاری اور آٹھ دو غلام کہیں جھاڑیوں میں چھپ گئے۔ جب تک کہ مفسدین مشہد کی جماعت واپس چلی گئی۔ پھر آپؒ نے واپس آ کر شہداء کو انہی خون آلود کپڑوں میں دفن کیا۔

بار بر روح آں شہید سعید

رحمت حق بہر زماں یہ مزید

جناب سید پاکؒ اپنے ماں جائی کی شہادت و دوری اور اپنی تنہائی سے از حد غمگین ہوئے۔ آپ کے دلِ محزون کی حالت و کیفیت کے بیان سے زبان عاجز و قلم معذور ہے۔ آپؒ کے اس کیفیت غم کو قدسی کشمیری یوں بیان کرتا ہے۔

نالہ زن چوں ہزار دستانے   سوز و ساز سوز خویشتن جانے

جناب حضرت سید پاکؒ کی درگاہِ غوث صمدانی پر حاضری

جناب سید پاکؒ راہ خدا میں ان تمام مصائب و آلام کو مرضیِ ایزدی سمجھ کر صبر و شکر کے ساتھ راضی برضا ہوئے اور شکر و ثنائے ربِ جلیل ادا کرتے ہوئے اپنے دو غلاموں کے ہمراہ بغداد شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ شیخ شیوخ رہبر جن و انس محبوبِ سبحانی حضرت غوث صمدانی کی درگاہ عالی پر حاضری دینے گئے۔

اور جب آپ بغداد پہنچے تو وہاں کے بادشاہ وقت نے حضرت سید پاکؒ کو شاہی مہمان بنایا۔ وہ بذاتِ خود شاہی مہمان خانے میں آ کر حضرت سیدؒ سے ملاقی ہوا۔ حال و احوال دریافت کرنے پر جب آپ سے معلوم ہوا کہ مشہد والے شقیوں نے آپ کی کیسی مہمان نوازی کی اور حضرت شاہ کبیرؒ و دیگر ہمسفر مسافروں کی شہادت کا حال سنا۔ وہ غیض و غضب میں آیا اور حضرت سے کہا کہ وہ کل دم صبح ایک فوج جرار بھگا کر مشہد پر یلغار کریگا۔

وہاں کے بادشاہ اور وزیروں امیروں کا اظہار رقص میں قتل عام کر رہا ہے۔ لیکن حضرت نے
فوج کشی و رقص سے منع فرمایا۔ اور ان سے بدلہ لینا اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ بادشاہ
آل رسولؐ کی اس سنت رسولؐ کی پابندی یعنی درگذر و قتل عام سے اجتناب سے متاثر ہوا
اور آپ کی خدمت میں ایک ہزار دینار کا تحفہ پیش کیا۔ کہ آمد و سفر میں کام آسکے۔

جناب سیّد درگاہ غوث الاعظم پر حاضر ہوئے تو آپ کو حضرت بی بی صاحبہؒ نے
عالم رویا میں مکہ شریف جا کر حج کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور یہ بھی فرمایا گیا کہ جب آپ
طواف کعبہ سے فارغ ہو کر باہر آئیں گے تو آپ کو ایک نورانی شخص ملے گا۔ جس کا نام شیخ ابو
اسحٰق ہے۔ وہ آپ کی رہبری کریں گے۔ آپؒ کو اپنے اس رہبر کی نام نشان و صورت
بتائی گئی۔

شیخ روم حضرت ابو اسحٰق شطاریؒ سے

ملاقات

موسم ایام حج کا تھا۔ اسلئے حضرت سیّد ایک قافلے کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ
ہوئے۔ مکہ معظمہ کے قریب پہنچے تو احرام میں ملبوس ہو کر شہر میں داخل ہو گئے۔ پنجگانہ تمام
نماز عاجزانہ ادا کی۔ طواف کعبہ کرتے ہوئے کہتے رہے، میں آگیا ہوں میرے رب
کریم میں آگیا ہوں۔ اور حرم کعبہ سے نکل کر جونہی بازار میں آئے۔ وہاں سے ایک تم فقیر
نظر آیا۔ نزدیک پہنچے تو پتہ چلا کہ شیخ روم حضرت ابو اسحٰق شطاری ہیں۔ حضرت نے آگے
بڑھ کر سلام کیا۔ تو جواب میں حضرت شیخؒ نے تبسم فرما کر کہا۔ "آپ سیّد محمد غوث شطاری ہیں
؟ اور آپ کے والد محترم کا اسم مبارک حضرت سیّد فخر الدین شطاری ہے۔ حضرت سیّد کے
استفسار پر شیخ محترم نے فرمایا۔ کہ آج کی شب میں جلوۂ رسول خدا ﷺ سے سرفراز ہوا۔
آپؐ نے مجھے آپکی اور آپ کے محترم حسب ونسب کی واقفیت فرمائی۔ آپ کے برادر

حضرت شاہ کبیرؒ کی شہادت اور آپ کے دور دراز سفر کے متعلق تمام باتوں سے واقفیت فرمائی۔ میں یہاں وطن سے آپکی رہنمائی کروں گا۔ جیسا کہ مجھے حکم سرکارؐ ہوا ہے۔ حضرت شیخ سلسلۂ شطاریہ کے سرگروہ تھے۔

جناب سیدؒ روشن ضمیر کے گھر پہنچے تو آپکے سپرد اونٹوں کی نگہداشت کی گئی۔ چنانچہ آپؒ حضرت شیخ کے اونٹ پالنے لگے اس طرح آپ کو حسب منشاء شیخ تنہائی اور یکسوئی میسر ہوئی۔ اور آپ مسلسل ریاضت شاقہ سے منازل معرفت و سلوک طے کرتے گئے۔ اور حضرت شیخ سرور قلب حاصل کرتے رہے۔

جناب سیّد پاکؒ کی دربار سید یوم نشورؐ پر حاضری

دوران تربیت ہی ایک روز حضرت سیّد جناب شیخ شطاری اور دوسرے کئی اصفیاء کرام کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ طیبہ چلے گئے۔ جب آپ گنبد خضراء والے اس قصر نور تک پہنچے کہ جہاں عرش الٰہی جھک جھک کر فرش راہ ہو جاتا ہے۔ تو آپ پر رقت طاری ہوئی اور آنسوؤں کا ایک سیلاب اُمڈ آیا۔ شہنشاہ دو جہاںؐ کے سامنے گزرتے ہوئے عرض پرداز ہوئے۔

ے دیدہ بکشا احوال ما نگر — زاری و اجال ما نگر

دریائے رحمت موجزن ہوا تو آپ جلوۂ انوار سے مستفید ہو گئے۔ جو کچھ مانگا تھا اُس سے سوا مل گیا۔ آپؒ شاداں و فرحاں واپس ہوئے۔ حضرت شطاریؒ کے ساتھ ہی اُن

کے گھر آ گئے۔ جہاں آپ کو پھر سے سارا پانی کا کام سپرد کیا گیا۔ لیکن جلد ہی آپ کو دیگر خلفاء کے ساتھ خانقاہ میں رکھا گیا۔ مرشد کامل نے انہیں بابت وضو پانی لانے پر مامور کیا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ کوزہ لے کر پانی لانے کے لئے دور چلے گئے۔ ایک کنواں دیکھا جو بالکل خشک حالت میں ہونے کے باوجود پانی سے خالی تھا۔ آپ کافی متفکر ہوئے کیونکہ ایک طرف پانی دستیاب نہیں ہو رہا تھا تو دوسری جانب نماز کا وقت قریب تر۔ اسی اثنا میں آپ کو سبز رنگ کے لباس میں ملبوس ایک نورانی شخص نظر آیا۔ جس نے آتے ہی جناب سید پاک" کو سلام کیا۔ اور بعد از سلام کہا کہ آپ کا اسم مبارک سید محمد مراد ہے۔ آپ بتا دیجئے کہ آپ کا دل مبارک رنجیدہ کیوں ہو رہا ہے۔ آپ جتنا پانی چاہیں یہاں سے لے جا سکتے ہیں۔" اور ایک عصا آپ کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے فرمایا کہ "یہ امانت بھی لیتے چلیں۔ کہ جب آپ پانی کے ضرورت مند ہوں تو اس کا پھل زمین میں گاڑ دینے سے پانی نکل آئیگا۔"

حضرت سید نے جونہی اپنا کوزہ پانی سے بھر لیا آپ نے دیکھا کہ نورانی شخص نظروں سے غائب ہو چکا تھا۔

حضرت مراد عصائے مبارک ہاتھ میں لئے چلے اور جہاں جہاں اس کا پھل زمین میں اتر گیا۔ وہاں سے پانی کے فوارے نکل پڑے۔

جناب سید پاک" جب پانی لے کر اپنے پیر و مرشد کے پاس پہنچے۔ آپ نے پانی لانے کے سلسلے میں پیش آیا ہوا واقعہ اور شخص نورانی سے ملاقات کا ذکر بھی بیان فرمایا۔ حضرت شیخ" نے بتایا کہ وہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ آپ سے کئی بار ملیں گے اور آپ کی حاجت روائی فرمائیں گے۔

حضرت سید اسی مستعدی کے ساتھ شیخ کامل کی خدمت میں ایک سال تک کمربستہ رہے جس سے اُن کے دل میں جناب سید پاک" نے محبت و عزت کے ساتھ جگہ پالی۔ حضرت شیخ آپ" کو تمام رموز معرفت سے آگاہ کرتے رہے۔

تحفۂ لعابِ مبارک حضرت سید المرسلینؐ

ذی الحج کے مہینے میں جناب سید حضرت شیخؒ سے اجازت لے کر مکہ معظمہ میں ارکانِ حج کی انجام دہی کے بعد قافلۂ اہلِ سلوک مدینہ منورہ پہنچے۔ اور شہنشاہ یثرب ﷺ کے دربار میں باریابی کے بعد جو نکلے تو ایک بہت بڑا ہجوم فقیر آپکے ساتھ چل پڑا۔ آپ نے یہاں سے بحر یا روم میں حضرت ابو اسحٰق کی خانقاہ میں حاضر ہونے کے لئے سفر شروع فرمایا۔ چلتے چلتے جب آپ ایک میدان میں پہنچے تو آپ نے ایک عمر رسیدہ شخص کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا۔ آگے بڑھ کر جب قافلہ والوں میں سے کسی نے اس سے حال و احوال پوچھا تو بوڑھا آدمی باتیں تو قافلے والوں کی سمجھ میں نہ آئیں۔ پتہ چلا کہ بوڑھے مسلمان کی زبان ترکی ہے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی ترکی زبان سمجھتا ہے تو میں اسکے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں۔

اہلِ قافلہ میں ایک شخص ترکی زبان سے واقف تھا۔ اور جب وہ اسکے پاس

پہنچا تو عمر رسیدہ شخص گویا ہوا۔ "میری عمر ایک سو تیس سال کی ہے آپ کے یہاں پہنچنے سے چند ساعتیں پہلے یہاں سے ایک شخص گزرا۔ اس نے مجھے اپنے پاس بلا کر کہا، اے پیر مرد تمہارا حال بہت اچھا ہے۔ اور تمہارا انجام خوب ہے۔ تمہاری عمر ایک سو تیس سال ہوگی۔ میرے پاس ایک بیش بہا چیز یعنی یہ لعاب آنسرورؐ ہے۔ اسے تمہارے پاس امانت چھوڑتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ تم دل و جان سے اسکی حفاظت کرو گے۔ مکہ معظمہ سے آیا ہوا ایک قافلہ یہاں سے گزرنے والا ہے۔ اور اسکی منزل روم ہے۔ اس قافلے میں ایک جواں سال بزرگ بھی ہے۔ اسکی عمر چوالیس سال کی ہے وہ فرزند رسولؐ اور دلبند حضرت علی مرتضیٰؓ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی مراد دل پوری کی ہے اور اسکا نام محمد مراد ہے۔ نیز ان کے پاس ایک عصا بھی ہے۔ جو انہیں حضرت خواجہ خضر نے عطا کیا ہے اگر تمہارے قافلے میں وہ مرد کامل شامل ہے تو میں وہ امانت انکے حوالے کر دوں گا۔ کہ امانت میں خیانت لازم نہیں ہے۔

اس شخص نے واپس آکر جو یہ سب باتیں اہل قافلہ کو سنائیں۔ تو سبھی لوگ حضرت سید" کا نام لینے لگے۔ کہ یہی وہ مرد الوار ہے جنکے متعلق یہ باتیں کہی گئی ہیں۔ بوڑھے شخص نے بھی آپ" کا تنقیدی نگاہوں سے جائزہ لیا۔ اور اپنے دل میں اطمینان کرنے کے بعد وہ رنگ شیر لعاب مبارک حوالے کیا۔ جسے آپ نے نوش فرمایا۔ اور قند و نبات سے زیادہ شیریں پایا۔ حلق سے اتارنے کی دیر تھی کہ آپ کی نگاہیں شش جہت کے اس پار کا نظارہ کرنے لگیں۔ اور آپ پر رازِ حقیقت کھل گیا۔ دوسری جانب اسی اثنا میں عمر رسیدہ بزرگ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ جس پر اہل قافلہ از حد رنجیدہ خاطر ہوئے۔ انہوں نے بوڑھے شخص کی تجہیز و تکفین کی اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔

رہبرِ کامل سے واپسی کی اجازت

جب سیدؒ پاک دوبارہ شیخ رومیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے انہیں از حد مہربانی فرمائی۔ لعاب پاک ڈال کرنے والے فرزند سید محمد کے سر سے بھی واقف فرمایا۔ اسکے بعد آپ کو اپنے تمام خلفاء میں بلند درجہ عطا فرمایا۔ جناب سیدؒ برابر ذکر و فکر میں محو رہے۔ اور خدمت پیر بھی انجام دیتے رہے۔ اسی دوران آپ نے عراق و شام کی سیاحت بھی فرمائی۔ جہاں شام کے بادشاہ نے آپ کے دست ہدایت پر بیعت کی۔ اور آپ کا مرید و مطیع ہو گیا۔ اسطرح آپؒ کے دادا حضرت سید علاؤالدین بخاریؒ کی وہ پیش گوئی عمل میں آئی جب چند ایام کے اس بچے کے متعلق فرمایا تھا کہ بادشاہ روم اس کا مرید ہوگا۔ اور یوں خدمت شیخ میں ایک اور سال گزر گیا اور دو سال کی کڑی محنت کے بعد جب آپؒ نے پیر روم سے اجازت چاہی تا کہ وہ دیس میں

ڈیرہ والے مسافر اہل خانہ کی خبر گیری لے بیٹھیں۔ تو آپ کو با اخلاص تمام رخصت کرتے وقت خرقۂ خلافت پہنا کر سلسلۂ شطاریہ میں شیخ طریقت کے عہدے پر سرفراز فرمایا۔ اور ایک علم شریف بھی عطا کی گئی۔ [1]

---

[1] یہ علم مبارک آج بھی مراد آباد کریری میں موجود ہے جسکی روحانی فیوض سالانہ عیدین پر عید گاہ کریری میں کی جاتی ہے۔ اور خصوصاً ایام باران بلا خیز، ڈنگ سالی، اور علاقہ میں وبائی امراض کے پھیلنے کی صورت میں ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالے کی مہربانی سے آفات امراض اور بلا خیز ڈنگ سالی میں اسکی روحانی بخشش کا سامان ہوتی ہے۔ یہ نشانہ ہی جناب سید پاکؒ کے زمانے سے آج تک برابر جاری ہے۔ جناب سیدؒ نے اس علم شریف کے تبرک کے واسطے جناب کو ذاکر رکھنے کی جو رسم یہاں قائم فرمائی ہے۔ وہ اصل سنت رسول کی پیروی میں ہے۔

اس ضمن میں ایک روایت اسطرح بیان ہوئی ہے کہ آپؐ کی خدمت اقدس میں جب حبشہ کے شاہ نجاشی نے بیش بہا تحائف روانہ کئے۔ ان میں ایک علم بھی بھیجا تھا۔ حضور سرور دو عالمؐ نے یہ علم سید دو عالم کو عطا فرمایا۔ آپ اس علم میں اتفاق عید الاضحی اور استسقاء کی نمازوں کے موقع اور دوسری تقریبات کے وقت ہاتھ میں لیکر آگے آگے چلتے اور خطبے کے دوران زمین پر گاڑ دیتے۔ اس نسبت سے سید دو عالم کو شبلی مرحوم نے کتب ختم پیغمبر میں کہا ہے۔

حضرت سید پاکؒ بھی اس علم پاک کو عیدین کے موقع پر اسی طرح اسلامی شان و شوکت کے اظہار کے طور پر اپنے ساتھ عید گاہ لے جا کر منبر کے داہنی جانب گاڑ کر رکھواتے جب کہ یہ رسم یہاں آج تک جاری ہے۔ (ت۔ ن)

کرنے والے اصحاب کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ یہ اللہ والے درویش، صوفیاء کرام کس طرح اپنے مخلص و معتقدین کا خیال رکھتے ہیں۔ حضرت شیخؒ کی اس نگاہِ باطن پر غور کریں کہ کیا یہ فی الواقع اللہ کی آنکھیں نہیں کہ جن سے آپؒ مغرب میں بیٹھکر مشرق کے حالات پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

جناب سید پاکؒ حضرت شیخؒ کی زبانی تور کے یہ حالات سن کر مضطرب ہوئے۔ رہبر کامل سے اجازت چاہی تو انھوں نے بخوشی آپ کو رخصت کر دیا۔

حضرت مرادؒ جب تور پہنچے تو پیر و مرشد کی زبانی سنے ہوئے حالات کے مطابق پورے وسط ایشیا کے خطے میں انتہائی قحط سالی دیکھی۔ گھر پہنچ کر اپنے اہل خاندان کو اپنے بھائی کے شہید ہونے کی خبر جو سنائی تو وہاں صف ماتم بچھ گیا۔ سبھی لوگ زار و قطار رونے لگے۔ تو حضرت نے انہیں دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ مشیت ایزدی کے سامنے اچھے اچھے قد آور مردوں کا سر تسلیم خم رہا ہے۔ اور ہمارے لئے بھی بجز اسکے کوئی چارہ نہیں۔

تور میں کچھ مہینے قیام کے بعد آپ نے واپسی کے لئے سفر کا ارادہ کیا۔ حضرت شاہ کبیر صاحب کی بیوہ کو حسب وصیت عقد میں لایا۔ اور راہ سفر اختیار کیا۔ راستے میں شہر ترمیز پڑتا تھا۔ یہاں کچھ دن ٹھہرنے کے دوران پتہ چلا کہ اس جگہ ایک بزرگ قیام فرما ہیں۔ جن کا اسم مبارک حضرت علی لالاؒ ہے۔ آپ ایک مرد قلندر اور رہبر راہ طریقت تھے۔ جناب سید پاکؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ علی نے آپ کی خاطر و مدارات فرمائی اور راز معرفت سے روشناس کیا۔ یہ جگہ خوشگوار موسم کی

وجہ سے سبزہ و گل والے قدرتی مناظر سے مالا مال تھی۔ اور ساتھ ہی ایک عارف باللہ کی صحبت بھی چونکہ میسر تھی۔ اسلئے آپؒ نے دل میں ٹھان لی کہ اب مستقل اسی جگہ قیام فرمائیں گے۔

ہیں۔ اور اسی طرح علاقہ چوکی ٹل کے ایک گاؤں [illegible] میں [illegible]
یہاں بابا نمازی صاحب کے نام سے پکارتے ہیں۔ [illegible] (باقی [illegible] میں سب
سے زیادہ مشہور [illegible] کہتے ہیں۔ اور [illegible] جو [illegible] مانتے ہیں۔ اور
اس [illegible] کا مزار [illegible] ہیں۔ بابا نمازی کہلاتے۔ ([illegible])

کرری میں آمد و قیام

قاپورہ بارہمولہ سے اس قافلہ نور نے کاموہامہ واسکندر پورہ کے لئے رخت سفر باندھا تاکہ جناب سید پاکؒ اپنے والد محترم اور چچا کے مزارات پر حاضری دے سکیں۔ اس وجہ سے اس قافلے نے شاہراہ کو چھوڑ کر قدرے پہاڑی وسخت راستے سے دوبارہ سفر شروع کیا۔ جناب شیخؒ کا یہ قافلہ جس میں آپ کے اہل خانہ، خلفاء، غلام و کنیزیں بھی لوگ شامل تھے۔ واگورہ کرری کے مقام پر پہنچا تو پڑاؤ ڈال کر خیمے نصب کروائے، اور شب باشی فرمائی۔[1] دوسرے روز پو پھٹنے کے ساتھ ساتھ یہ قافلہ اپنی اگلی مسافتوں کے لئے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ ایک گھنے جنگل میں واقع ایک مرغزار

یہ روایت ہے کہ موضع واگورہ میں جس جگہ آپ نے قیام فرمایا، آپ نے ایک شاہی [illegible]

مُرادآباد میں تعمیرات کا آغاز

نہر جاری ہونے سے پانی کی فراوانی جو ہوئی تو اس قطعۂ زمین یعنی ارضِ مرادگریری میں پہلی بار تعمیر عمارات کا کام شروع ہو گیا۔ اہل خاندان کے گھروں کے علاوہ قیام گزیں خدام کے لئے بہت سارے مکانات خلفاء کے لئے ایک خانقاہ اور ایک مسجد تعمیر کرائی گئی۔

کارِ حیات کے ان چھوٹے موٹے امورات کی تکمیل کے بعد سید پاک دوبارہ ہمہ وقت محو ذکرِ محبوب ہوئے۔ اور جب اس بے چراغ جنگل میں ایک بھرپور قریہ ابھر کر نمودار ہوا تو گرد و نواح سے لوگوں کا ایک ہجوم شمع حضرت میری کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔

چونکہ اب بادشاہِ کشمیر حضرت کے پاس گاہے بگاہے حاضری دیا کرتا تھا۔ اسی دوران ایک دفعہ جب بادشاہ آپ کے دربار میں حاضر ہوا تو کمال انکساری سے عرض

کیا: "اے سید والا نسب! اے مخدوم والا لقب! میری درخواست ہے کہ آپ ہماری سلطنت میں جو کہ آپ ہی کی عنایت کردہ ہے قاضی القضاۃ کا منصب قبول فرمائیں۔ تاکہ آپ کی سربراہی میں انصاف کے زیادہ سے زیادہ تقاضے پورے ہوں گر عوام الناس کے حقوق میرے سر ہیں اس کا بوجھ کچھ ہلکا ہو۔"

بادشاہ انصاف پسند بھی تھا اور رعایا پرور بھی۔ نیک دل و پاکباز بھی تھا اور اللہ والوں سے محبت کرنے والا دوست بھی۔ ان سب اوصاف کے حامل بادشاہ کے انداز کلام کا شیخ طریقت کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ آپ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے انکار نہ کر سکے اور قاضی القضاۃ کا منصب قبول فرمایا۔[1]

بادشاہ نے قاضی کشمیر کے لئے مرادآباد کے گرد و نواح میں ایک بہت بڑے علاقے کو انعام جاگیر پیش کیا۔ لیکن سلطنت خداداں اس عظیم جاگیر دار نے شاہ کی پیشکش یہ کہہ کر ٹھکرا دی کہ ہم یہ چیزیں ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔ البتہ ایک بات ہے کہ اگر آپ عنایت کریں تو یہاں نماز جمعہ قائم کرنے کی اجازت عطا فرمائیں۔

کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے یوم جمعہ تک یہیں قیام کیا۔ اس طرح مرادآباد گریری میں ۸۴۲ھ میں نماز جمعہ قائم ہوئی۔ قاضی القضاۃ حضرت شیخ سید محمد مراد طاقی نے

۱۔ انہیں شاہ ایک اور خیال کا بھی اہل دل ہے کہ سلطنت ہموار ہو یہ میں نظام کے ساتھ مراسم جائز ہیں۔ البتہ شان و شوکت اور ترک و احتشام کے نہ صرف قائل نہیں بلکہ بے زار بھی ہیں۔ چنانچہ پاک کے جد امجد حضرت مخدوم جہانیاں بخاری سلطان محمد تغلق کے دور اقتدار میں سلطنت ہندوستان کے شیخ الاسلام ہو رہے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن جیلی صاحب اور شیخ شاہ کے مراسم بھی ان دونوں کو تقویت بخشتے ہیں۔ (ت۔ ن)

امامت فرمائی اور سلطان کشمیر زین العابدین بڈشاہ نے اپنے امراء و وزراء کے ہمراہ اقتداء کیا۔

اب جناب شیخ سیدؒ اپنی خانقاہ میں ذکر و اذکار اور تبلیغ و تالیف میں جو محو ہو گئے تو رہبر طریقت کے متلاشی لوگوں کے علاوہ جب عوام و خواص کا رجوع قاضی القضاۃ کی طرف ہونے لگا تو جناب شیخؒ یہ حالت دیکھ کر گھبرا اٹھے۔ کیونکہ شب و روز اس اہم منصب کی موجودگی آپ کے تمام تر معمولات میں رخنہ اندازی پیدا کرنے لگی۔ چاہے تحریر و تالیف کا کام ہو کہ خانقاہ میں درس و تدریس، ذکر و فکر کا وقت ہو کہ تجدید دین کے امورات۔ ایک طرف دیدار و اخلاص مند بادشاہ کا خیال اور دوسری جانب مخصوص طرز زندگی میں بگاڑ۔ جوں توں کر کے تمام حالات سے نبرد آزما ہوتے رہے کہ بی بی صاحبہ جانات اس دار فانی سے کوچ فرما گئیں۔ آپ کے جسد مبارک کو اشکبار ہوتے ہوئے جا کر جوار حضرت شیخ سید فخر الدین بخاری میں دفن کیا گیا۔ جنازے میں سلطان کشمیر بذات خود اپنے امراء و وزراء کے ساتھ شریک ہوا۔

حضرت بی بی صاحبہ کی جدائی جناب شیخ کے لئے ایک عظیم صدمہ تھا۔ کیونکہ آپ ایک نیک سیرت اہل خانہ ہونے کے علاوہ خدا رسیدہ عابدہ و زاہدہ تھیں۔ جنکی رفاقت میں جناب سید کو سفر و حضر میں امورات خانگی کا بوجھ فکر و ذکر الٰہی میں کبھی بھی سد راہ نہ ہوئے۔

ان سب وجوہات کی بناء پر حضرت سیدؒ منصب قاضی القضاۃ سے مستعفی ہو گئے۔ اگر چہ سلطان زین العابدین آپؒ کے اس فیصلے سے رنجیدہ دل ہوئے۔ لیکن ایک سچے ولی خدا کے دلی جذبات سے واقف ہونے کی بناء پر آپکو مجبور بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔

حضرت شیخ سیدؒ کے سلسلہ ہائے طریقت

حضرت شیخ سید حاجی محمد فخر او بخاری چار روحانی سلسلوں سے وابستہ تھے۔ اور یہ سلسلہ ہائے طریقت یہ ہیں۔

۱۔ سہروردیہ ۲۔ قادریہ ۳۔ شطاریہ اور ۴۔ کبرویہ

آپکے مرشدان طریقت کے نام نامی یوں بیان ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت شیخ سید علاء الدین بخاری البلخی
۲۔ حضرت شیخ سید ضیاء الدین بخاری ذہبک مخدوم
۳۔ حضرت شیخ ابو اسحٰق رومی الطارمی
۴۔ حضرت میر سید عبداللہ برزش آبادی
۵۔ شیخ فخر تمیں حضرت علی لالاؒ
۶۔ حضرت خواجہ خضر پیغمبر علیہ السلام ۔

جناب سید پاک کو پانچ مرشدان کاملین نے خرقۂ خلافت پہنایا ہے۔

۱۔ سلسلۂ قادریہ میں حضرت سید علاؤ الدین بخاریؒ نے ۲۔ سلسلۂ سہروردیہ میں حضرت سید ضیاء الدین بخاری ذوقیؒ نے ۳۔ سلسلۂ شطاریہ میں حضرت ابواسحٰق رومی نے ۴۔ سلسلۂ کبرویہ میں حضرت میر عبداللہ برزش آبادی نے اور ۵۔ ایک خرقۂ خلافت آپؒ کو حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے پہنایا ہے۔

۱۔ حضرت شیخ صدر الدینؒ نے تبصرہ میں لکھا ہے کہ میں نے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ حضرت شیخ (سید صادق محمد البخاری) نے "فتوحات" میں وضاحت کی ہے انبیاء علیہم السلام میں چار ابھی تک زندہ ہیں دو آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریسؑ اور دو زمین پر حضرت خواجہ خضر اور حضرت الیاسؑ۔

سلسلۂ شطاریہ کے زرین اصول

جیسا کہ ہم بیان کر چکے کہ جناب سید پاک مختلف سلسلہ ہائے طریقت میں شیوخ وقت سے خرقہ ہائے خلافت سے نوازے گئے تھے۔ تا کہ مسند خلافت پر اہل ایمان کی تربیت فرمائیں۔ لیکن آپ صرف چار سلسلہ ہائے طریقت میں اپنے خلفاء کو تربیت فرماتے رہے ہیں۔ ۱۔ قادریہ ۲۔ شطاریہ ۳۔ سہروردیہ ۴۔ کبرویہ

روحانی سلسلہ طریقہ شطاریہ کے دس بنیادی اصول یہ ہے

۱۔ توبہ ۲۔ زہد ۳۔ توکل ۴۔ قناعت ۵۔ عزلت ۶۔ توجہ ۷۔ صبر ۸۔ رضا ۹۔ ذکر اور ۱۰۔ مراقبہ

توبہ: یعنی تمام ماسوائے اللہ سے علیحدہ اور جدا ہونا۔

زہد: یعنی دنیا کی تمام خواہشات سے خواہ کم ہوں کہ زیادہ ان سب سے کنارہ کش ہو جانا۔

توکل: یعنی ظاہری اسباب کو ترک کر دینا اور صرف اللہ تعالیٰ کو مسبب الاسباب ہونے پر

ایمان لانا۔

قناعت: یعنی تمام خواہشات نفسانی کو یکسر چھوڑ دینا۔

عزلت: یعنی اول سے آخر تک لوگوں سے جدا رہنا۔

توجہ: یعنی ماسوائے اللہ سے تمام خواہشات کو ختم کر کے صرف ذات خداوندی کو اپنا مطلوب و مقصود بنا لینا۔

صبر: یعنی مجاہدہ کے ذریعہ نفس کی تمام مسرتوں اور خوشیوں کو کلی ترک کر دینا۔

رضا: یعنی اپنے تمام ارادوں کو ختم کر کے تابع بست احکام خداوندی کی پیروی کرتے رہنا اور جملہ تدابیر کو خدا کی تقدیر کے سپرد کر دینا۔

ذکر: یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کے علاوہ سب کچھ پس پشت ڈال دینا۔[1]

مراقبہ: یعنی اپنے وجود اور اپنی قوت کو ختم کر دینا گویا اپنے آپ کو مردہ تصور کرنا۔

---

[1] حضرت شیخ بہاؤ الدین شطاری اپنی کتاب "رسالہ شطاریہ" میں لکھتے ہیں۔

اذکار میں اسماء ذکر کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اسم جلالی (۲) اسم جمالی اور (۳) اسم مشترک۔

اسم جلالی: جب غرور و نخوت کو اپنے نفس میں محسوس کرے تو پہلے اسم جلالی کا ورد کرے تاکہ سرکش نفس مطیع اور ... ہو جائے۔ اسماء جلالی یہ ہیں: یا قہار، یا جبار، یا متکبر وغیرہ۔

اسم جمالی: اسم جمالی میں یا ملک، یا قدوس، یا علیم وغیرہ اسماء مختص ہیں۔

اسم مشترک: اس کے بعد اسماء مشترکہ پڑھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: یا مالک، یا مؤمن، یا مہیمن وغیرہ ہیں۔

اس کے بعد جب قلب میں تواضع و انکساری کی صفات پیدا ہو جائیں تو اس کے بعد اسماء جمالی اور اسماء مشترکہ بعد میں اسماء جلالی کا ورد وظیفہ کرے تاکہ دل میں حرارت اور روشنی ظاہر ہو جائے اور اللہ کے ذکر سے دل کو اطمینان اور تسلی نصیب ہو جائے۔

جناب شطاری اس رسالہ میں مزید لکھتے ہیں: "اگرچہ اللہ تک پہنچنے کے اتنے طریقے ہیں جتنے مخلوقات کے سانس۔ لیکن ان میں تین طریقے مشہور و معروف ہیں۔

طریقۂ اول: یہ طریقہ نیک لوگوں کا ہے اور روزہ، نماز، حج اور جہاد وغیرہ ہے۔ اس طریقہ پر عمل پیرا ہونے والے لوگ بعد اپنے مقصود کا تھوڑا سا حصہ پا لیتے ہیں۔

طریقۂ دوم: مجاہدہ اور ریاضت کرنے والوں کا ہے۔ جو اپنے اخلاق رذیلہ و ذمیمہ کو اچھے اخلاق، تزکیہ قلب سے تبدیل کر لیتے ہیں۔ اور یہ طریقہ پاکباز لوگوں کا ہے۔ اس طریق سے منزل پر پہنچنے والے طریق اول سے زیادہ اچھے رہے ہیں۔

طریقۂ سوم: اس طریقہ کو شطاریہ کہتے ہیں اور اس طریقہ پر چلنے والے بہ نسبت دیگر منزل مقصود کے اس مقام تک پہنچتے ہیں جہاں تک دوسرے طریقوں پر چلنے والے انتہا و سفر کے بعد پہنچ پاتے ہیں۔ اور یہ طریقہ پہلے دونوں طریقوں کی بہ نسبت اللہ تک پہنچانے کا بہترین راستہ ہے۔

(انوار الاولیاء بحوالہ "رسالہ شطاریہ")

پھیل گئے، اور عوام الناس کو رشد و ہدایت کے جام پلاتے رہے۔ اور جو باقی سادات کرام صاحب ارشاد رہبر کامل یہاں مراد آباد کری ہی میں مقیم رہے۔ وہ اپنی آخر عمر تک یہاں خانقاہ عالی مرادی میں انتظامی فرائض انجام دیتے رہے۔ یہ بھی سادات کرام جنکی تعداد کل سات بتائی جاتی ہے اسی مزار جنت نشان میں آسودہ ہیں۔ مزار شریف کے شمال میں کوئی پچاس میٹر کی دوری پر واقع ہے اگرچہ یہ جگہ آج بالکل مسطح ہو چکی ہے۔ تاہم چار دیواری کے آثار نمایاں طور موجود ہیں۔ ان سادات کرام کے اسماء تاریخوں میں درج نہیں ہیں۔ البتہ روایتاً اکثر و بیشتر یہاں یہ بات زبان زد عام ہے کہ یہ یہاں سات سادات مدفون ہیں جو کہ حضرت شاہ محمد مراد بخاری کے ہمراہ یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔

اسکے علاوہ جناب حضرت سید پاک کے ساتھ آئے ہوئے خلفاء میں دو اور شخص (۱) حاجی غلام محمد مغل المعروف شہید صاحب اور (۲) حاجی عبد الرزاق ندوی تھے جو حضرت سید کے ہر وقت و ہر آن خدمت گذاری انجام دیتے رہے ہیں۔ ان دونوں اصحاب کی ذریت یہاں آج تک بالترتیب مغل اور ندوی خاندانوں سے مشہور ہیں۔

حضرت شیخ سید صرف انسانوں کے لئے رہبر و رہنما نہیں تھے بلکہ جنات بھی آپکی ذات بابرکات سے مشرف فیض ہوئے ہیں۔ چنانچہ عبد الرسول نامی شاہ جنات جناب سید پاک کے دست مبارک پر علاقہ تبیر بلوچستان میں بیعت کر چکنے کے بعد آپکی ہمراہی میں اپنی ہزاروں کی تعداد میں فوج جن ساتھ لے کر یہاں مراد آباد آیا۔ اور آج تک ڈیرہ جمائے ہوئے ہے۔ [1] بزرگوں کے بیان کے مطابق

---

[1] عبد الرسول کا نام پورے کشمیر میں مثالی طور مشہور و معروف ہے۔ اسی وجہ سے ایک کشمیری کہاوت "[illegible] صاحب [illegible] عبد رسول" مشہور ہے۔ چنانچہ اس

عبد الرسول اور انکے بھائی کریم رسول کا ٹھکانہ سید پاک کی حویلی جائے رہائش پر مسجد جامع کے قریب ہے۔ جنات کی یہ رہبری جناب سید پاک کو ورثہ میں ملی تھی اور یہ سلسلہ حضرت شیخ مخدوم جہانیاںؒ کے وقت سے چلا آرہا ہے۔ کیونکہ آپؒ کے رہبران طریقت میں حضرت سلیمان پیغمبر علیہ السلام بھی تھے۔

قاضی کشمیر کی خانقاہ میں جو ہزاروں درویشان خدا مست آتے رہے ان میں سے حضرت بابا پیام الدین ریشیؒ بھی آپؒ کے ایک خلیفہ تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کے دل میں ایک اور نکاح کی خواہش پیدا ہوئی۔ اور یہ بات بابا پیام الدینؒ نے بھی سنی تو انہوں نے حضرت سیدؒ کو یہ خیال ترک کرنے کا مشورہ دیا۔ جو حضرت کی طبیعت پر گراں گزرا۔ چنانچہ جب حضرت ریشیؒ ایک طویل مدت کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کمسن بچہ جس کی عمر دس بارہ مہینوں سے زیادہ نہ تھی۔ تلاوت قرآن پاک کر رہا ہے آپ اسی حیرت و استعجاب میں تھے کہ جناب سید پاکؒ بھی تشریف لائے۔ حضرت شیخؒ نے بابا پیام الدین سے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ تمہارا اشارہ اسی بچے سے تھا۔ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ تلاوت قرآن پاک کر رہا ہے۔ [1] اور ہاں ذات باری کو جو چیز منظور ہو گی وہ

حاشیہ جاری: علاقے میں آج بھی لوگ کسی تعویذ کو عبد الرسول کے ٹھکانے پر قسم اٹھانے کے لئے لے جاتے ہیں۔ ([illegible])

[1] یہی صاحبزادے حضرت سید پاک کے سب سے چھوٹے فرزند تھے جنکا نام سید میر محمد تقی تھا [illegible] کا یہ بیان ہے کہ جناب سید کے یہ فرزند خانیار [illegible] میں تولد ہوئے ہیں مزار شاہ ہے۔ حضرت میر محمد کا ذکر "تاریخ کبیر" میں الگ سے ایک جگہ آیا ہے یہاں بھی آپ کی

حضرت شیخ سیدؒ کے خطاب والقاب

جناب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت سید بابا، سید محمد، قاضی کشمیر، سید السادات، شاہ و بخارا، حاجی محمد، حضرت سادہ صاحب، حاجی محمد اور شاہ قاضی، حاجی سید اور شاہ محمد کے اسمائے گرامی سے پورے برصغیر میں پکارا اور یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن کشمیر میں آپ حاجی محمد صاحب اور سادہ صاحب کے دو ناموں سے عام طور یاد کئے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ سیدؒ کے کشف و کرامات

جیسا کہ ہم اپنی کتاب ''ذکر سادات'' (حصہ اول) کے باب ''حیات حضرت شیخ سید مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ '' میں بیان کر چکے ہیں کہ سلسلہ سہروردیہ میں کرامت سے استقامت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ جناب شیخ سید حاجی محمد مراد بخاریؒ نے بھی اپنی تمام زندگی میں صبر و شکر کے ساتھ اپنی تمام زندگی میں استقامت کو ہی ترجیح دی ہے۔ اس وقت جبکہ ابتدائی عمر ہی میں والد محترم کے شفیق سایہ سے محروم ہو گئے۔ اسوقت جب صرف پانچ سال کی عمر میں والد محترم نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اسوقت جب عین نوجوانی میں اپنے سرپرست چچا جان کی شفقتوں سے محروم ہوئے کہ پردیس میں کوئی یار و غمخوار موجود نہ تھا۔ اور اس وقت بھی کہ جب صرف چند سال کی رفاقت کے بعد دوران سفر اپنے برادر محترم کی رفاقتوں سے محروم ہوئے۔ آپ ہر وقت و ہر آن

راضی بر رضائے الٰہی میں پوری استقامت سے آگے بڑھتے گئے۔ یہ امر واضح ہے کہ ان تمام آلام و مصائب کے بعد آپؒ کو خدائے عزوجل نے اپنی بھرپور رحمتوں اور نوازشوں سے خوب خوب نوازا۔ مختلف ممالک کی سیاحت کے بعد جمیں واپس آتے ہوئے دریائے اٹک کو اپنی روحانیت کے بل بوتے پر پار اتر جانا آپ سے روحانی پیشوا اور شیخ طریقت کے لئے کوئی بڑی بات تھی۔ لیکن۔۔۔

بہر حال ہم پھر بھی یہاں پر اس سلطنت سلوک کے خواجہ وقت کی چند کشف و کرامات کا ذکر ضرور کریں گے کہ اس سوانحی مقالے میں اس پہلو کی نشاندہی بھی کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کوئی تشنگی محسوس نہ کریں۔ اور وہ اس بھی پہلو کو دل سے اس گوشے سے بھی روشناس ہو سکیں۔

روایت ہے کہ جب حضرت شیخ سیدؒ کی ملاقات حضرت اسحٰق شطاری سے ہوئی۔ تو آپ نے حضرت کو اپنے اونٹوں کی نگہداشت کا کام تفویض فرمایا۔ یہ کہ آپ تنہائی و یکسوئی میں ذکر و فکر میں رہ کر منازل معرفت طے کریں۔ چنانچہ حضرت سید بڑی جانفشانی کے ساتھ اونٹوں کی پرورش کرتے رہے۔ اسی دوران ایک روز چوروں کی ایک جماعت کہیں سے لوٹ کا مال و اسباب بوریوں میں لا رہے تھے کہ ان کی نظر اونٹوں پر پڑی۔ انہوں نے اونٹوں کو پکڑا اور ان پر سامان لاد کر چلے گئے۔ جناب سید جو کہیں اطراف میں بیٹھے محو عبادت تھے جب واپس آئے تو اونٹوں کو غائب پایا۔ آپ متفکر ہوئے کہ مرشد پاک کو کیا جواب دیا جائے۔ اسی اثناء میں دوسری جانب جب چور گھروں کو خوشی خوشی پہنچے کہ ان کے ہاتھ مال و اسباب اور اونٹ بھی آئے تھے۔ انہوں نے جو نہی اونٹوں پر سے بوجھ اتار کر مال سے بھری ہوئی بوریاں

کھولنی شروع کیں۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان میں سے مال کے بدلے قرآن پاک کے نسخے نکلے۔ بہت پریشان ہوئے۔ اونٹوں کو لیکر اسی جگہ پہنچے جہاں سے پکڑ لائے تھے۔ حضرت کو دیکھا اور سربسجود ہو گئے اور آئندہ چوری کرنے سے تائب ہوئے۔

ساربانی کے دوران ہی ایک اور واقعہ جو پیش آیا اسکی تفصیل کچھ اسطرح بیان ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ دوسرے حج بیت اللہ کے بعد جب جناب سید پھر اپنے پیر و مرشد جناب شطاری کے پاس پہنچے تو آپ نے انہیں پھر ایک بار ساربانی کا کام سونپ دیا۔ اسی دوران ایک دن قزاقان صحرائی کا ایک گروہ آ کر اونٹوں کے ساتھ تمام ساربانوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اور انہیں بند کر دیا۔ اسی روز شب کے اس بدوی سردار کا جوان و توانا بیٹا سخت بیمار ہوا۔ جسکے گھر میں یہ ساربان مقید تھے۔ بیٹا مرض لادوا میں تڑپ رہا تھا۔ اور باپ اس اچانک اور قیامت خیز منظر میں دماغی توازن کھو رہا تھا۔ اتنے میں نہ جانے اسے کیونکر خیال آیا کہ مقید ساربانوں میں ضرور کوئی ولی خدا موجود ہے۔ اسنے فوراً جا کر ان قیدی لوگوں کو چھوڑ دیا ایک ایک شخص کے چہرے کو تنقیدی نظروں سے جائزہ لینے لگا۔ اور جب اسکی نظر جناب سید پاکؒ کے چہرۂ تاباں پر پڑی تو آپ کے پاؤں میں گر کر فریادی ہوا۔ عرض کیا کہ حضور میں بدبخت شیطان کے چنگل میں پھنس کر یہ کار ناہنجار کر بیٹھا۔ معافی کا خواستگار ہوں۔ میرا بیٹا مجھے واپس عنایت فرمائیں۔ میں آپ کے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کے لئے تمام قزاقیوں سے میں باز آیا۔ تو حضرت نے اس کے حق میں جو دعا کے لئے دست مبارک اٹھائے تو بدوی کا بیٹا ایسا صحت یاب ہوا کہ جیسے کبھی بیمار ہی نہ رہا ہو۔ بدوی سردار کا یہ بیٹا جسکا نام عبدالرزاق تھا اسی وقت سے جناب سید پاک کی غلامی

میں آ گیا۔ جناب سیدؒ کی ہمراہی میں فیض بیعت اٹھایا۔ صحبت میں ظاہری و باطنی علوم
حاصل کئے۔ اور بہت بڑا عابد و پرہیزگار ہوا۔ [1]

جیسا کہ پچھلے اوراق میں بیان کیا گیا۔ مراد آباد وکریری میں مستقل قیام کے
لئے تعمیرات کا کام شروع کرنے کے لئے وافر مقدار پانی کی ضرورت کے پیش نظر
جب جناب سید پاکؒ مظفر گڑھ کے قصبہ میں مبلغ آپ پر تشریف لے گئے تو وہاں سے
پانی لانے کی جو نہر آپؒ نے مراد آباد تک پہنچائی۔ یہ واقع مورخین یوں
بیان کرتے ہیں۔

جناب سید پاکؒ جب موکل آپ سے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔ تو اس
نے حضرت سے عرض کیا کہ جتنے بھی جوہڑ یا میرے پاس تھیں اکثر بک چکی ہیں۔
اب صرف ایک بچی ہے آپ یہ قبول لے جائیں۔ تو جناب سیدؒ نے مبلغ آپ
میں اپنے عصا مبارک کا پھل ڈبو دیا اور چل نکلے۔ آپؒ جس راستے سے آگے
آگے چلتے رہے پانی کی نہر پیچھے پیچھے بہتی رہی۔ راستے میں کہیں کوئی چڑھائی
بھی آئی تو پانی کی روانی میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ کسی بھی جگہ ابتداء سے انتہا
تک نہر کی کھدائی کے لئے مزدوروں سے کام نہیں لیا گیا۔ آج تک یہی نہر اس
پورے علاقے کے ہزاروں ایکڑ اراضی کو سیراب کرتی چلی آ رہی ہے۔ آپ
اس چیز کا مشاہدہ کر کے حیران رہ جائیں گے کہ جتنا پانی اس کول میں ریت
پار اس مظفر گڑھ کے سامنے دیکھیں گے بالکل اتنی ہی مقدار کا پانی مراد آباد وکریری

[1] عبدالرزاق صاحب ولی کی اولاد یہاں آج بھی موجود ہے۔ جو سب سے پیر ہیں اور مدد دلاتے ہیں۔

میں بھی پائیں گے۔ حالانکہ مظفر گڑھ سے کریری تک اس نہر کا پانی درجنوں
دیہات کے سینکڑوں کنال اراضی کو سیراب کرتے ہوئے یہاں پہنچتا ہے۔ یہ
جناب شیخؒ کی صدا بہار کرامت ہے۔

جناب حضرت شیخؒ کے قیام ملتان بخارا اور لاہور کے دوران تلاش
معرفت میں نکلے جو سینکڑوں لوگ آپ کے فیضان سے مشرف ہوتے
رہے ان ہی میں سے ایک صاحب جناب غلام محمد مغل بھی تھے۔ آپ نے حضرت
شیخؒ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے بعد دم واپسین تک حضرت کا دامن
نہیں چھوڑا۔ سفر و حضر میں ہر وقت و آن انتہائی جانفشانی سے مرشد پاکؒ کی
خدمت انجام دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی ہمراہی میں وطن اپنے سے
ہجرت کر کے مراد آباد وکریری آ گئے۔ جناب سید پاک کے انتہائی پیارے خدام
میں امتیازی درجہ رکھتے تھے۔

ایک واقعہ کا ذکر ہے کہ مغل صاحب تعمیر حجرہ کے بعد جب ایک روز لنگر
میں آگ کی ضرورت پیش آنے پر کریری کے ایک ملحقہ موضع (گاؤں) میں
جس کا نام نندو پورہ بتایا جاتا ہے چلے گئے۔ یہاں کے باشندے انتہائی وحشی
خصلت تھے۔ حاجی غلام محمد مغل صاحب چونکہ اپنے آقا کے چہیتے غلام ہونے
کی وجہ سے ہمیشہ لباس فاخرہ میں ملبوس ہوا کرتے تھے۔ وحشی دیہاتیوں نے
ان سے یہ خوش رنگ و گراں قیمت لباس چھیننا چاہا اور وہ بھی لوگ ہاتھوں
میں ڈنڈے اور کلہاڑیاں لے کر آپ پر ٹوٹ پڑے اور مغل صاحب کو شہید کر
دیا۔ اس کے بعد ان کی لاش پر جھپٹ پڑے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خوب کھینچا تانی ہو

وفات

جناب شیخ حاجی محمد مراد بخاری کی بابرکت حیات ہر لحظہ ہمہ آن ذکر و فکر، تعلیم و تربیت، درس و تدریس اور تحقیق و تالیف میں گزری۔ یہاں تک کہ آپؒ ذی الحجہ کے ابتدائی ایام میں سخت بخار میں مبتلا ہوئے اور چند ایام کی علالت کے بعد ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۹۱ھ کو پچھتر سال کی عمر شریف پانے کے بعد یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک کو لبیک کہتے ہوئے اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپؒ کے وصال کی خبر آناً فاناً پورے کشمیر میں پھیل گئی تو چاروں اطراف سے ہزاروں لوگ آپؒ کے آخری دیدار کے لئے مراد آباد گریری پہنچ گئے۔ سلطان کشمیر زین العابدین بڈشاہ اپنے تمام وزراء، امراء و دیگر معززین شہر کے ہمراہ حضرت شیخ کے جنازے میں شرکت کرنے کے لئے آئے۔

مراد آباد میں جس مقام پر آپ کا حیات ظاہری والا زمانہ جائے سکونت رہا۔ وہی آپ کی آخری آرامگاہ ہے۔ اسطرح حضرت شیخ حاجی تا صبح قیامت اسی جگہ پر سکونت پذیر ہوئے۔ جو جگہ آپ کے لئے حضور سرورِ کونینؐ نے آپؒ کے لئے پسند فرمائی تھی۔

آں شیخ ولایت پاکان اہل وداد
مظہر ہدایت است و رہ گوہر او قناد
(میر قاشقہ)

تعمیر روضہ

حضرت شیخ سید کی تربت مبارک پر روضہ کی تعمیر مکمل ہوئی جب بادشاہ وقت بڈشاہ نے کروائی تھی۔ جو عرصہ میں مراد آباد کو زینی میں ایک ہولناک آگ لگی جس میں یہاں کی تقریباً تمام عمارتیں تباہ و برباد ہو گئی۔ یہ جامع مسجد، خانقاہ وحاتی مزار اور روضہ شریف بھی شہید ہوا۔ اس ہولناک آتشزنی کی روایت یوں بیان کی جاتی ہے۔

حضرت سید پاک نے جب اس سے پہلے شیخ ہمگلی نشے کو بادیۃ جو شخص آپ کی سرائی میں یہاں آئے ان کے علاوہ بہت سارے لوگ دور دراز ایک مدت سے بھی یہاں آکر سکونت پذیر ہوئے۔ اسی زمانے میں کسی چھوٹے راجواڑے سے ابراہیم نامی ایک راجہ کسی طاقت ور حکمران سے ہزیمت اٹھا کر یہاں آباد ہوا۔ جو انتہائی بدفطرت و ناعاقبت اندیش ہونے کی وجہ سے یہاں کے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کے باوجود کوئی مراعات حاصل نہ کر سکا۔ ابراہیم سیاسی طور سے بے ایمان ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف بے ایمان

سے بھی کوسوں دور تھا۔ اسی سب طاقت کاروں کی وجہ سے اُسے چونکہ حضرت شیخ بھی سخت ناپسند فرماتے تھے۔ اور اس کا دل بھی اس ولی کامل کے کدورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ جناب شیخ کے واصل بحق ہونے کے بعد ایک زمانہ گزر جانے پر جب کشمیر میں چک خاندان کے دورِ حکومت کا آغاز ہوا۔ تو ابراہیم کاجی چک کے پاس جا کر چاپلوسی سے اُسے شیشے میں اُتار کر اُس کا مشیر مقرر ہوا۔

چونکہ ابراہیم ہوسِ اقتدار میں عرصہ دراز سے سرگرداں تھا۔ اور جب اُسے دولت، اقتدار دونوں چیزیں ہاتھ آگئیں۔ تو اُسکے ساتھ ساتھ اُس کا پورا خاندان بھی دولت و حکومت کے نشے میں چور ہو کر اس پورے علاقے کے لوگوں پر جیسے قہر بن کر نازل ہوا۔ ان فرعونوں میں اُسکا ایک بیٹا جسکا نام قہرمت غازی بتایا جاتا ہے آگے آگے تھا۔ اور مثل کہ "جو اسی چوہے کا پیٹ جب بھر جاتا ہے تو اُسے نئی نئی شرارتیں سوجھتی ہیں۔" بالکل اسی طرح قہرمت غازی کے دماغ میں مراد آباد کی بربادی والی انہدام کی سوجھی۔ اُس نے اپنے زر خریدہ کارندوں کی مدد سے پورے مراد آباد کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا۔ آگ کے ان شعلوں میں پوری بستی کو برباد کرنے کے ساتھ ساتھ اُس نے جامع مسجد، خانقاہ وحاتی مزار اور روضہ مبارک کو تہس نہس کر دیا۔

اس آفتِ ناگہانی کے بعد جہاں لوگوں نے اپنے رہنے کے لئے دوبارہ مکانات تعمیر کر دئے۔ وہیں اس زیارت گاہ کے گرد مٹی کی چار دیواری کھڑی کر دی۔ اس ضمن میں بھی یہ روایت بہت مشہور ہے۔ کہ قہرمت غازی نے اپنی پالی ہوئی بدمست ہاتھی کے سرِ قلعے کے نیزہ دیکھا مرکیا گیا۔ روضہ شریف کے گرد اگر رجو مٹی کی دیوار بنائی گئی تھی اُسے زمین بوس کر دے۔ چنانچہ وہ رات کے اندھیرے میں آکر یہ تقریباً بل ختم شدہ کام انجام دے

اس زندہ ولی کی یہ یادگار بھی کی طرح آج بھی ایک شمعِ نور و ہدایت اور رہنما ہو رہا

سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو بھی عقیدت مند دامنِ امید یہاں پھیلاتا ہے آپ کے طفیل رب العالمین کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا۔ راہِ حق کے طالب رشد و ہدایت سے مالا مال اور راندۂ زمانہ لوگ اس در فیضان سے شاداں و فرحاں واپس لوٹتے آئے ہیں۔

حضرت شیخ سید حاجی محمد مراد بخاری علیہ الرحمہ اور آپ جیسے بزرگان مردانِ خدا جو چمنستانِ وحدت و صداقت کے بلبلِ ہزار داستان ہیں اپنی حیاتِ ظاہری کے ایام پورے فرما کر اپنے خالقِ حقیقی و مالکِ حقیقی سے جا ملے لیکن ان کے کردار و افکار سے روشن ہونے والے چراغ آج بھی ہمارے لئے اسی منزل کی نشاندہی کر رہے ہیں جو دین و دنیا میں ہماری کامیابی کی منزل اور سرخروئی کی دلیل ہے۔

لذیذ بود حکایت دراز تر گردم

ختم شریف حضرت سید حاجی مراد بخاریؒ

درودِ مشہور ، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر

(۱۰۱ بار) (۵۰۰ بار)

سورۂ اخلاص ، یا باقی اَنْتَ الْبَاقِی ، یا قاضی الحاجات

(۱۰۱ بار) (۱۰۰ بار) (۱۰۱ بار)

یا رفیق ، خدایا مرادم بحقِ سید مراد ، درود شریف

(۱۰۱ بار) برآور کہ ہستم بہ مراد (۱۰۱ بار)

(متعدد بار)

اس کے بعد عقیدتاً کوئی منقبت سید یا نعت پیش کی جاتی ہے۔

سلسلۂ نسبی تجمل نظامی
قطب الاقطاب حضرت شیخ سید حاجی محمد مراد بخاریؒ
حضرت سید میر سعید بخاریؒ
حضرت سید میر مبارک بخاریؒ
حضرت سید میر محمد شاکر بخاریؒ
حضرت سید میر حسین بخاریؒ
حضرت سید میر محمد جعفر بخاریؒ
حضرت سید میر محمد اسماعیل بخاریؒ
حضرت سید میر محمد ظفر بخاریؒ

حضرت سید میر محمد مقصود بخاریؒ
حضرت سید میر رسول بخاریؒ
حضرت سید میر محمد مقبول بخاریؒ
حضرت سید میر ولی اللہ بخاریؒ
حضرت سید میر غلام نبی بخاریؒ
میر سید محمد امین بخاریؒ
محمد ضیاء الدین بخاری
(تجمل نظامی)
الحاج سید محمد اشرف بخاری
محمد سہیل بخاری حفظہ
(تجمل نظامی)
سید بشارت بخاری
سید عارف حسین بخاری

منقبت شریف حضرت سید حاجی مراد بخاریؒ

سیدا سادات بخاری نسب
تیری در پر آیا ہوں میں باادب

خاکِ در تیری مریضوں کی شفا
دردِ دل کیواسطے ہے کیمیا

تیرے در پہ آئے گا جو عذر خواہ
وہ مرادیں پائے گا شام و صبا

تیرے شرف روضۂ پُر نور سے
یہ علاقہ ہے منور طور سے

یہ علاقہ کروہن جس کا نام ہے
تیری برکت سے یہاں اسلام ہے

ہے مراد آباد کریری بے گمان
رشکِ فردوس بریں اندر جہان

جب عرب سے تو نے لایا ہے قدم
گلشن کریری میں اے عالی ہمم

تیری عظمت کی خبر بدشاہ نے
جب سُنی اُس ولیٔ ذی جاہ نے

ملک احمد رینہ مدار المہام
تھا وہ زین العابدین کافی الکلام

ظاہر و باطن وہ تھا جب کمال
ہوگیا مامور کریری لامحال

پہونچ کر کریری میں وہ صاحب صفا
آپ کے پاس پھر سے منبج گیا

راستے میں چڑھ گیا دیوار پر
لگ گئی چلنے وہ دیوار از اثر

شیر پر جب آپ تشریف لاتے تھے
یوں ملک بھی آپ کے پاس آتے تھے

دیکھتے ہی ملک وہ تیرا جلال
نیچے اُترا دیکھ کر تیرا کمال

تھام کر تیرا رکاب پُر وقار
کریری تک ہمراہ آیا ذوالوقار

تجھ سے رخصت لے گیا وہ بیگمان
غرق حیرت ہوگیا وہ خوش بیان

ماجرا سارا بتایا عین عین
حرف بحرف پیش زین العابدین

مژدہ تیرا سُن کے زین العابدین
خود بخود وہ کریری آیا بالیقین

دے دیا جاگیر عادل شاہ نے
کر لیا فیضان حاصل شاہ نے

دل رُبا سنگ ہے جو صحن پاک میں
یہ نشانی اس مقدس خاک میں

یہ چراغ داں دردوالوں کی دوا
بیٹھ کر نیچے وہ پاتے ہیں شفا

لائی ہے سر پر کسی محتاج نے — حق سے دلوایا پسر بیشک اُسے

وہ رشیدِ عالی ولی باصفا — وارد بانگل ہوئے جب پُرضیا

دیو و جن اُن سے لگے کرنے فساد — تم سے کی درخواست ای عالی نژاد

آپ نے عبدالرسول بھیجا وہاں — کر دیے مغلوب دیو و جن جہاں

تیری برکت سے بلند پایا مقام — رشیدِ عالی نے باجاہِ تمام

یا اللہ
یا فاطمہ
یا حسین
از غم مرا آزاد کن